دین حنیف کا ترجمان

ماہنامہ سیدھا راستہ لاہور

(جلد نمبر ۱۸ شمارہ نمبر ۴) رجب المرجب ۱۴۲۸ھ اگست ۲۰۰۷ء

۱

فہرست

۱	نعت شریف و قصیدہ معراج شریف۔	۲
۲	اداریہ۔	۳
۳	تفسیر یوسفی۔	۴
۴	درس حدیث شریف۔	۹
۵	نبی کریم ﷺ کے مشاہدات۔	۱۱
۶	زکوٰۃ ایک اسلامی فریضہ اور معاشرتی ضروریات	۱۶
۷	تعلیم شریعت و طریقت بحوالہ کشف المحجوب۔	۱۹
۸	بخاری شریف پڑھئے بحوالہ تیسیر الباری۔	۲۳
۹	رجب المرجب ایک بابرکت مہینہ۔	۲۶
۱۰	سوالات و جوابات۔	۲۸
۱۱	"یوسف مصرِ محبت" کے بارے میں اظہارِ محبت۔	۳۰
۱۲	To remain resolute in times of calamities	۳۲

بیادگار:

عالم یلمعی فاضل لوذعی

پیر طریقت قطب جلی امین علم لدنی حضرت علامہ

حاجی محمد یوسف علی نگینہ سرکار قدس سرہ العزیز

بطل عنایت

صاحبزادہ پیر طریقت مجمع انور نگینہ حاجی محمد اللہ دتہ یوسفی

صاحبزادہ پیر طریقت مجمع انور نگینہ منیر احمد یوسفی

صاحبزادہ پیر طریقت مجمع انور نگینہ بشیر احمد یوسفی

صاحبزادہ پیر طریقت مجمع انور نگینہ خلیل احمد یوسفی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ پیلے گوجراں شریف تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد

مدیر اعلیٰ: منیر احمد یوسفی (ایم۔اے)

مینیجنگ ایڈیٹر: رشید احمد جنجوعہ ایم۔اے ایل۔ایل۔بی

مدیر معاون: صاحبزادہ حافظ خلیل احمد یوسفی

سرکولیشن کنٹرولر: شیخ فہد احمد یوسفی

زیر انتظام

صاحبزادہ بشیر احمد یوسفی

صاحبزادہ حافظ خلیل احمد یوسفی

مسلسل اشاعت کا اٹھارہواں سال

قیمت فی شمارہ	25
الجزائر، ایران، ترکی، عراق	1500
عرب امارات و سعودی عرب	1500
انگلینڈ	1500
کینیڈا، امریکہ	2000
پاکستان	250

ویب سائٹ: www.seedharastah.com

ای میل ایڈریس: info@seedharastah.com

دولت حصّے حلیمہ رضی اللہ عنہا دے آئی واہ وا

ازقلم: حاجی محمد یوسف علی نگینہ رحمہ اللہ تعالیٰ

کملی والے رسول کریم ﷺ دی اے
اللہ پاک نے شان ودھائی واہ وا

جہنے ویکھیا کہیا سبحان اللہ
نوری صورت اے ایسی بنائی واہ وا

دن میثاق دے نبیاں نوں کر کٹھے
دسّی رب (عزوجل) تکریم محبوب دی سی

نبیاں ادب دے نال تسلیم کیتا
ہوئی سوہنے دی عزت افزائی واہ وا

فلکاں اُتے پیغمبر سی رہے سارے
گوڈے سدرہ تے جا جبریل علیہ السلام ٹیکے

نہ کوئی رہیا مکان نہ ہور کوئی
جدوں یاراں نے محفل سجائی واہ وا

اک گھٹ وی جنہوں نصیب ہویا
ہویا مست اوہ ابد الآباد تیکر

سوہنے ساقیء کوثر نے نال نظراں
ایسی وحدت دی مَے پلائی واہ وا

اُنج تے سوہنے دے آون دی خوشی اندر
رب (عزوجل) نے پُتر ای دِتّے سی ساریاں نوں

اے پر مائیاں تے دائیاں چوں آمنہ رضی اللہ عنہا دے
حصّے دولت حلیمہ رضی اللہ عنہا دے آئی واہ وا

ساری بزم سرور وچ کھن لگ پئی
نعت یوسف نگینے سنائی واہ وا

قصیدۂ معراج شریف

ازقلم: مولانا یونس مالیگ رحمہ اللہ تعالیٰ

واہ کیا اپنا مقدّر ہے رسا آج کی رات
عاصیو مژدہ شفاعت کا ملا آج کی رات

دیکھا جبریل علیہ السلام ہیں افواج ملائک کے ساتھ
پوچھا اللہ (عزوجل) کا پیغام ہے کیا آج کی رات

با ادب حضرت جبریل علیہ السلام امیں یہ بولے
چلئے، فرمائیے دیدار خدا آج کی رات

جو سرِ طور بھی موسیٰ علیہ السلام کے لئے بند رہا
آپ کے واسطے وہ در ہے کھلا آج کی رات

آبِ کوثر بھی تھا موجود پئے غسل نبی
جسم پر جامۂ فردوس سَجا آج کی رات

پٹکا یاقوت کا سرور نے کیا زیب کمر
تاجِ زرّیں سرِ اقدس پہ رکھا آج کی رات

دیکھ کر نوشۂ معراج کا یہ حُسن و جمال
ماہ بھی پردۂ غیرت میں چُھپا آج کی رات

تھے کہیں منتظرِ دید جناب موسیٰ علیہ السلام
اور یوسف علیہ السلام کہیں مشتاقِ لقا آج کی رات

عرش بھی جھوم گیا فرطِ خوشی سے یکسر
قدمِ شاہ سے مسرور ہوا آج کی رات

لامکاں پر ہوئی جس وقت رسائی اُن کی
پردہ محبوب و محبّ میں نہ رہا آج کی رات

کیوں نہ یہ شب ہو شبِ قدر سے بڑھ کر یونسؔ
حق سے ملنے گئے محبوب خدا آج کی رات

اداریہ

امریکی عزائم اور حکومتی رٹ

امریکہ نے جب 9/11 کے واقعہ کو بہانہ بنا کر افغانستان پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا تو اُس نے دھمکی دیتے ہوئے پاکستان کو امریکہ کا ساتھ دینے کے لئے کہا تو صدر پاکستان نے ''پہلے پاکستان'' کا نعرہ بلند کرتے ہوئے امریکی جارحیت کا ساتھ دینے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ جس کے نتیجے میں امریکہ نے بلا جواز ملک افغانستان اور اُس کے نہتے مسلمان عوام کو تباہ و برباد کرنا شروع کر دیا اور آج تک انہیں مسلمان ہونے کی وجہ سے ختم کر رہا ہے جبکہ ہم ابھی تک امریکہ کو ہر قسم کا تعاون دے کر فخر محسوس کرتے ہیں کہ ہم دہشت گردی میں امریکہ کے اتحادی ہیں اور اس کی ہر خواہش کو پورا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہے۔ ہم نے تمام سفارتی آداب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے نہ صرف افغانستان کے سفیر بلکہ بہت سے اپنے شہریوں کو بھی گرفتار کر کے امریکہ کی خواہش پر اُس کے حوالے کر کے موت کے منہ میں دھکیل دیا لیکن اس کے باوجود امریکہ پاکستان کے کردار سے مطمئن نہیں۔ آئے روز نیٹو فورسز کے طیارے پاکستانی علاقے پر بمباری کر کے سول آبادیوں اور مدرسوں کے مسلمان طلباء کو مار رہے ہیں اور نوبت یہاں تک آ گئی ہے کہ امریکی صدر نے کسی بھی بین الاقوامی ضابطہء قانون کو مد نظر رکھے بغیر کہا ہے کہ القاعدہ کے ٹھکانوں کو پاکستان کے اندر بھی نشانہ بنایا جائے گا۔ یہ کتنی دیدہ دلیری اور بدمعاشی ہے۔

اب سوال ہے کہ صدر محترم جو ہر بات پر حکومتی رٹ قائم کرنے کا عزم ظاہر کرتے ہیں جس کی عملی مثال حال ہی میں لال مسجد اور جامعہ حفصہ (اگرچہ چند ناعاقبت اندیش حضرات نے اپنے تشدد پسندانہ رویے سے حکومت کو موقع فراہم کیا) کو فتح کر کے دی ہے۔ جس کے صلہ میں مغربی اقوام نے صدر مملکت کو باقاعدہ مبارکباد بھی دی ہے۔ اسی طرح کچھ عرصہ قبل بلوچستان کے نواب اکبر خان بگٹی کو فوجی آپریشن کے ذریعے قتل کر کے حکومتی رٹ کا عملی مظاہرہ کیا تھا' محسنِ پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر کی نظر بندی، چیف جسٹس پاکستان کی غیر فعالیت اور شاید 12 مئی کو کراچی میں موت کا رقص بھی حکومتی رٹ کے قیام کے لئے تھا۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ حکومت کو اپنی رٹ اور عملداری کو یقینی بنانا چاہئے لیکن کیا اپنے ہی عوام کو مار کر اور دینی مدارس کے خلاف فوجی کارروائی کر کے رٹ قائم ہو سکتی ہے۔ اب یہ سب کچھ کرنے کے بعد کیا حکومت کی رٹ قائم ہو گئی ہے؟ اگر اس کا جواب ہاں میں ہے تو یہ کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرنے والی بات ہے۔ اور اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو سوچنا پڑے گا کہ پھر بلا جواز ہلاکتیں کیوں کی گئی ہیں کیا یہ مسلمہ حقیقت نہیں کہ ہر عمل کا ایک ردِ عمل بھی ہوتا ہے جتنا کسی کو دباؤ گے وہ اتنا ہی اُبھرے گا؟ اپنے گھر والوں کو فتح کر کے حکمرانی اور رٹ قائم کرنا اچھی بات نہیں بلکہ اپنے گھر میں پیار و محبت اور افہام و تفہیم کا اصول کارفرما ہونا چاہئے۔ طاقت کا مظاہرہ تو غیروں کے خلاف ہونا چاہئے۔ لیکن نہایت افسوس کی بات ہے کہ جہاں حکومتی رٹ کا مظاہرہ ہونا چاہئے وہاں ہماری آنکھیں فرشِ راہ ہیں اور جہاں پیار و محبت اور افہام و تفہیم کی ضرورت ہے وہاں پوری فوجی قوت سے حکومت کی رٹ قائم کی جا رہی ہے۔ اِس سے عوام میں شکوک و شبہات پیدا ہو رہے ہیں کہ خدانخواستہ ہماری حکومت قطعی طور پر غیر ملکی اشاروں پر چل رہی ہے جیسا کہ امریکی صدر نے برملا کہا ہے کہ ''لال مسجد کا آپریشن دہشت گردی کے خلاف مہم کا حصہ ہے'' حکومتِ پاکستان جس طرح امریکہ کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کرتی چلی جا رہی ہے اِس سے پاکستان کی سلامتی اور استحکام کو خطرات لاحق ہونے کا شدید خطرہ ہے۔ کہتے ہیں آوازِ خلق نقارۂ خدا ہوتی ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنے ملک میں امن کے قیام اور اس کی سلامتی کی فکر کرنا چاہئے

(بقیہ صفحہ نمبر ۳۰ پر ملاحظہ فرمائیں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر یوسفی

از قلم: پیر طریقت امین علم لدنی حضرت قبلہ
حاجی محمد یوسف علی نگینہ صاحب علیہ الرحمہ

یٰـاَیُّھَا الـنَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلاً طَیِّبًا ۫ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّـهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ٥ اِنَّمَا یَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ٥ (البقرہ:۱۶۸-۱۶۹)

''اے لوگو! کھاؤ، جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اور شیطان کے قدم پر قدم نہ رکھو۔ بے شک وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے وہ تو تمہیں بدی اور برائی ہی کا حکم دے گا اور یہ کہ اللہ (تبارک وتعالیٰ) پر وہ بات کہو، جس کی تمہیں خبر نہیں''۔

یٰاَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلاً طَیِّبًا ۫ ''اے لوگو! اُن چیزوں میں سے جو زمین میں حلال اور طیب ہیں، کھاؤ''

نَـزَلَـتْ فِـیْ ثَـقِیْفٍ وَخَـزَاعِـهٖ وَعَامِرِ ابْنِ صَعْصَعَةَ وَبَنِیْ مَدْلَجٍ فِیْمَا حَرَمُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ وَالْبَحِیْرَةِ وَالسَّائِبَةِ وَالْحَامِ وَالْوَصِیْلَةِ [۱] ''جب ثقیف، خزاعہ عامر بن صعصعہ اور بنی مدلج قبائل نے اپنے اوپر بہت سی چیزیں جیسے حرث، انعام، بحیرہ، سائبہ، حام اور وصیلہ وغیرہ حرام کر لئے تو محولہ بالا آیت مبارکہ نازل ہوئی''

وَقِیْـلَ: فِـیْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ وَاَصْرَابِهٖ حَیْثُ حَرَمُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَحْمَ الْاِبِلِ لَمَّا کَانَ حَرَاماً فِـیْ دِیْنِ الْیَهُوْدِ [۲] ''بعض روایات میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھی مسلمان ہو کر بھی اونٹ کے گوشت سے بچتے تھے کیونکہ یہ اُن کے پچھلے دین یہودیت میں حرام تھا۔''

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّ کُلَّ مَالٍ مُنْحَتَهٗ عِبَادِیْ فَهُوَ لَهُمْ حَلَالٌ۔ وَفِیْهِ اِنِّیْ خَـلَـقْـتُ عِبَـادِیْ حُنَفَآءَ فَجَآءَ تْهُمُ الشَّیَاطِیْنُ فاجتالتهم عَنْ دِیْنِهِمْ وَحَرُمَتْ عَلَیْهِمْ مَا اَحَلَّلْتُ لَهُمْ [۲]

''اللہ (تبارک وتعالیٰ) اِرشاد فرماتا ہے، میں نے جو مال اپنے بندوں کو دیا ہے اُسے اُن کے لئے حلال کر دیا ہے۔ میں نے اپنے بندوں کو موحد پیدا کیا مگر شیطانوں نے اِس دینِ حنیف سے اُنہیں ہٹا دیا ہے اور میری حلال کردہ چیزوں کو اُن پر حرام کر دیا ہے''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں:۔

جب آیت مبارکہ یٰـاَیُّھَا الـنَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلاً طَیِّبًا ۫ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تلاوت کی گئی تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دُعا فرمایئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ میری دُعاؤں کو قبول فرمایا کرے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یَا سَـعْـدُ اَطِبْ مُطْعَمَکَ تَکُنْ مُسْتَجَابَ الدَّعْوَةِ وَالَّـذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَـدِهٖ اِنَّ الـرَّجُـلَ لَیَـقْذِفَ اللُّقْمَةَ الْحَرَامَ فِیْ جَوْفِهٖ فَمَا یَتَقَبَّلُ مِنْهُ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا، وَاَیُّـمَا عَبْدٍ نَبَتَ لَحْمَهٗ مِنَ السَّحْتِ وَالرِّبَا فِی النَّارِ اَوْلٰی بِهٖ [۳] ''اے سعد (رضی اللہ عنہ) پاک چیزیں اور حلال لقمہ کھاتے

---

[۱] تفسیر ابن جریر جلد ۲ ص ۸۰، بحرالمحیط جلد ۱ ص ۶۵۲، تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۳، روح المعانی جلد ۱ ص ۴۳۶، مظہری جلد ۱ ص ۱۶۴، قرطبی جلد ۱ جز ۲ ص ۱۳۹، مختصراً، فتح القدیر جلد ۱ ص ۲۱۲ مختصراً [۲] روح المعانی جلد ۱ ص ۴۳۶ [۲] ابن کثیر جلد ۱ ص ۱۷۸ [۳] در منثور جلد ۱ ص ۴۰۳، ابن کثیر جلد ۱ ص ۱۷۸، فتح القدیر جلد ۱ ص ۲۱۳، مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۲۹۱۔

رہو۔ اللہ (تبارک وتعالیٰ) تمہاری دُعائیں قبول فرماتا رہے گا۔ اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے حرام لقمہ جو انسان اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے اُس کی (ناپاکی کی) وجہ سے چالیس دن اُس کی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ جو گوشت پوست حرام اور سود سے پلتا ہے' وہ جہنمی ہے''۔

وَالْحَلَالُ ضِدُّ الْحَرَامِ اَیْ مَالَمْ یَمْنَعُهُ الشَّرْعُ فَاِنَّ الْاَصْلَ فِی الْاَشْیَاءِ الْحِلِّ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی خَلَقَ لَکُمْ مَّافِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا [۴] حلال حرام کی ضد ہے اور جس چیز کو صاحب شریعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا' ہو وہ حرام ہے کیونکہ اصل میں ہر شئے میں حلت ہے۔ کیونکہ اللہ (عزّ وجل) فرماتا ہے، (خَلَقَ لَکُمْ مَّافِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا) ''جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب تمہارے لئے ہے''۔

حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔ اَلنَّجَاةُ فِیْ ثَلَاثَةٍ: اَکْلُ الْحَلَالِ وَاَدَاءُ الْفَرَائِضِ وَالْاِقْتِدَاءُ بِالنَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم [۵] تین چیزوں میں نجات ہے۔ (۱) رزق حلال۔ (۲) فرائض کی ادائیگی اور (۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء۔

کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلاً طَیِّبًا ''کھاؤ اُس میں سے جو زمین میں حلال اور پاکیزہ ہے''۔

اِس سے یا تو کھانا ہی مراد ہے یا کھانے کو جائز ماننا۔ اِس لئے کہ جان بچانے اور محفوظ رکھنے کے لئے کھانا فرض ہے اور حلال چیزوں کو حلال جاننا نہایت ضروری ہے بعض لوگ سکھوں اور ہندوؤں کی پیروی میں بھوک ہڑتال یا مرن برت رکھتے ہیں یہ حرام ہے۔ کہ کلوا کے امر کی خلاف ورزی ہے۔ نماز روزے کی طرح کھانا بھی فرض ہے بلکہ اہم فرض ہے کہ اِس سے زندگی کی بقاء ہے اور جان ہے تو پھر سارے اعمال ہوتے ہیں۔

مما :سے مراد ہے ہر چیز نہ کھاؤ بلکہ بعض ''یعنی حلال'' کیونکہ حرام چیزوں سے بچنا ضروری ہے اور حلال بھی بعض کھائی جاتی ہیں نہ کہ کُل جیسے پھلوں کا گودا کھاؤ چھلکے نہ کھاؤ چھلکے جانور کھائیں۔ بکری کا گوشت کلیجی وغیرہ کھاؤ' پتہ مثانہ وغیرہ نہ کھاؤ۔

فِی الْاَرْضِ: سے مراد زمین کے اوپر اور نیچے والی چیزیں سب حلال ہیں۔

حَلٰلاً : شریعت میں حلال وہ ہے جس کی ممانعت نہ ہو رَبِّ کائنات نے نباتات' جمادات اور حیوانات سب ہی ہمارے استعمال کے لئے پیدا فرمائے ہیں مگر اُن میں حرام وحلال کا فرق رکھا ہے۔

طَیِّبًا: یہ طیب سے بنا ہے جس کے معنی ہیں، عمدگی اور پاکیزگی۔

(۱) حلال وہ جو حرام نہ ہو طیب وہ جو بدبودار نہ ہو۔ (۲) حلال وہ جو حرام نہ ہو اور طیب وہ جو حرام کے ذریعے سے حاصل نہ ہوئی ہو۔ (۳) حلال وہ جسے شرع پسند کرے طیب وہ جسے طبیعت پسند کرے۔ (۴) غرضیکہ یہاں اُس چیز کے کھانے کا حکم دیا گیا ہے جس میں یہ دونوں باتیں ہوں یعنی حلال اور طیب۔ (۵) کسبِ حلال اور رزقِ حلال کے اسباب تلاش کرنا' انبیائے کرام علیہم السلام کی سنّت ہے۔

کسبِ حلال کے فوائد:

(۱) اَلزِّیَادَةُ عَلٰی رَأْسِ الْمَالِ اَنَّ عَمَلَ لِلتِّجَارَةِ وَالزِّرَاعَةِ وَغَرْسِ الْاَشْجَارِ وَفِیْهَا صَدَقَةٌ لِمَا اَکَلَتْهُ الطُّیُوْرُ وَغَیْرُهَا (۲) اِشْتِغَالُ الْمُکْتَسَبِ بِالْکَسْبِ عَنِ الْبُطَالَةِ وَاللَّهْوِ (۳) کَسْرُ النَّفْسِ وَصَیْرُوْرَتُهَا قَلِیْلَةُ الطُّغْیَانِ (۴) اِنَّ الْکَسْبَ وَاسِطَةُ الْاَمَانِ مِنَ الْفَقْرِ هُوَ اَسْوِدَادُ الوجه فی الدارین (۵) لَا یَتَحَرَّکُ فِی الْکَسْبِ لِاَجْلِ عِیَالِهٖ اِلَّا قَالَ لَهٗ حَافِظَاهُ بَارَکَ اللّٰهُ لَکَ فِیْ حَرَکَاتِکَ وَجَعَلَ نَفَقَاتِکَ ذُخْرًا لَکَ فِیْ

---

[۴] مظہری جلد ا ص ۱۲۵۔ [۵] قرطبی جلد ا جز ۲ ص ۱۴۰۔

اَلْجَنَّةِ وَيُؤْمِنُ عَلَيْهِمَا مَلَائِكَةُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ ٦

(۱) اصل مال پر زیادتی جبکہ اُس مال کو تجارت، زراعت اور باغات بونے میں خرچ کرتا ہے پھر اُس میں صدقات ہی صدقات نصیب ہوتے ہیں مثلاً اُس میں سے پرندے وغیرہ کھائیں گے۔ (۲) لغویات اور فضولیات سے حفاظت ہوتی ہے جبکہ کمانے والا اپنے کام میں مشغول ہوتا ہے۔ (۳) کسرِ نفسی کی نعمت حاصل ہوتی ہے اور نفس بہت سی برائیوں سے بچ جاتا ہے۔ (۴) کسبِ حلال فقر سے امان کا ذریعہ ہے، وہ فقر جو دونوں جہانوں میں روسیاہ بنانے کا سبب ہو۔ (۵) جب کوئی کمانے والا نیک کمائی کے لئے چلتا ہے تو دو نگران فرشتے کہتے ہیں بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ اللہ تبارک وتعالیٰ تیرے جانے اور آنے میں اور کاروبار میں برکت عطا فرمائے اور تیرے اِن معاملات کو تیرے لئے بہشت کا ذخیرہ بنائے۔ نگران ملائکہ اور آسمان و زمین کے فرشتے آمین کہتے ہیں۔

اِنَّ اَكْلَ الطَّيِّبِ الْحَلَالِ يُوْرِثُ الْقِيَامَ بِطَاعَةِ اللّٰهِ وَالْاِجْتِنَابَ عَنْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَالْعَمَلُ الصَّالِحُ نَتِيْجَةُ اللُّقْمَةِ الطَّيِّبَةِ ۷ جو شخص حلال طیب کمائی کھانے کی عادت کرتا ہے اُسے طاعتِ الٰہی کے لئے آسانی نصیب ہوتی ہے اور شیطان کے وساوس سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ حلال لقمہ صالح عمل کا مغز ہے۔ مثنوی مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ میں ہے۔

علم وحکمت زاید از لقمہ حلال | عشق و رقت زاید از لقمہ حلال
چوں ز لقمہ تو حسد بینی و دام | جہل وغفلت زاید آنرا دان حرام
ہیچ گندم کاری و جو بر دھد | دیدۂ اسپی کہ کرہ خر دھد
لقمہ تخمست و برش اندیشھا | لقمہ بحر و گوھرش اندیشھا
زاید از لقمہ حلال اندر دھان | میل خدمت عزم سوی آن جہان ۸

"علم وحکمت حلال لقمہ سے پیدا ہوتی ہے۔ عشق و رقت بھی حلال لقمہ سے نصیب ہوتے ہیں۔ لقمہ سے جب حسد ومکر اور جہل وغفلت پیدا ہوں تو سمجھو وہ لقمہ حرام ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوگا کہ گندم بوئی جائے اور جَو پیدا ہو۔ اور یہ بھی کبھی نہیں دیکھا کہ گھوڑے کے نطفہ سے گدھا پیدا ہو۔ لقمہ بیج ہے اور اُس کا ثمر فکرات یا لقمہ سمندر ہے اور اُس کے موتی تفکرات (نیک یا بد) جب حلال لقمہ منہ میں ہوتا ہے تو اُس کی برکت سے آخرت کے امور کی طرف توجہ ہو جاتی ہے"۔

وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ "اور نہ چلو شیطان کے قدموں پر"

اتباع = پیچھے چلنے کو کہتے ہیں۔ اور تابع پیچھے چلنے والا۔

خُطُوَات = خطوہ کی جمع ہے ۹ اَلْخَطْوَةُ بِالْفَتْحِ الْمَرَّةُ مِنْ نَقْلِ الْقَدَمِ وَبِالضَّمِّ بُعْدُ مَا بَيْنَ قَدَمَيِ الْمَاشِيْ ۱۰ خطوہ = "خ" کے زبر پر بمعنی قدم اور "خ" کے پیش سے دو قدموں کا درمیانی فاصلہ۔ مطلب یہ کہ شیطان کے آثار قدم پر قدم نہ رکھو۔ شیطان کے رستوں پر نہ جاؤ۔ خطوات سے مراد شیطانی راستے ہیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔ كُلُّ مَعْصِيَةٍ لِلّٰهِ فَهِيَ مِنْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۱۱ "اللہ (تبارک وتعالیٰ) کی ہر نافرمانی شیطانی راستہ ہے، یہ شیطان کا بہکاوا ہے"۔

حضرت ابن ابی حاتم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔ مَا خَالَفَ الْقُرْآنَ فَهُوَ مِنْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۱۲ "جو بھی

٦ روح البیان جلد۱ص۲۷۳۔ ۷ روح البیان جلد۱ص۲۷۳۔ ۸ روح البیان جلد۱ص۲۷۳۔ ۹ روح البیان جلد۱ص۲۷۲۔ ۱۰ قرطبی جلد۱جز۲ص۱۴۰۔ ۱۱ روح البیان جلد۱ص۲۷۲، مظہری جلد۱ص۱۶۵۔ ۱۲ در منثور جلد۱ص۴۰۴، ابن کثیر جلد۱ص۱۷۸، فتح القدیر جلد۱ص۲۱۳۔

قرآنِ مجید کی مخالفت ہے وہ شیطانی راستہ ہے''۔

کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرنا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک دن بکری کا پایہ نمک لگا کر کھا رہے تھے ایک شخص جو آپ کے پاس بیٹھا تھا وہ اُٹھ کر دور جا بیٹھا: **فَقَالَ: نَاوَلُوْا صَاحِبَكُمْ فَقَالَ لَا اُرِيْدُهٗ، فَقَالَ اَصَائِمٌ اَنْتَ؟ قَالَ، لَا قَالَ مِمَّا شَاْنُكَ؟ قَالَ حَرُمَتُ اِنَّ اَكَلَ ضَرْعًا اَبَدًا، فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ هٰذَا مِنْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَاطْعَمْ وَ كَفِّرْ عَنْ يَّمِيْنِكَ** [۱۳]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کھاؤ۔ اُس نے کہا میں نہیں کھاؤں گا۔ آپ نے پوچھا کیا تم روزے سے ہو؟ (اُس شخص نے) کہا نہیں میں تو اِسے اپنے اوپر حرام کر چکا ہوں۔ (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے) فرمایا: (حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرنا) یہ شیطان کی راہ چلنا ہے۔ (لہٰذا) اپنی قسم کا کفارہ دو اور اِسے کھالو۔''

غصّے کی حالت میں اپنے اوپر بات بنانا:

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **غضبت یوما علی امرأتی** ''ایک دن میں اپنی بیوی سے ناراض ہوا۔'' **فقالت هی یوما یهودیة ویوما نصرانیة و کل مملوک لها حران لم تطلق امرأتک** ''تو اُس نے کہا ایک دن میں یہودیہ ہوں اور ایک دن نصرانیہ اور میرے تمام غلام آزاد ہیں اگر تو اپنی بیوی کو طلاق نہ دے۔ تو میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس مسئلہ پوچھنے آیا کہ اِس صورت میں کیا کیا جائے؟۔ **فقال انما هذه من خطوٰت الشیطان** ''تو آپ نے فرمایا یہ شیطان کے قدموں کی پیروی ہے''۔ (حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں۔ پھر میں حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اُس وقت مدینہ منورہ میں اُن سے زیادہ فقیہا کوئی عورت نہ تھی۔ اُن سے بھی یہی مسئلہ پوچھا یہاں سے بھی یہی جواب ملا، حضرت عاصم اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی یہی جواب دیا۔ [۱۴] مطلب یہ کہ (غصّے کی حالت میں) قسمیں کھانا اور اپنے آپ کو یہودی اور عیسائی کہنا یہ شیطان کی پیروی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: **ما کان من یمین او نذر فی غضب فهو من خطوات الشیاطین و کفارته کفارة یمین** [۱۵] ''جو قسم غصّہ کی حالت میں کھائی جائے اور جو نذر غصہ کی حالت میں مانی جائے وہ شیطانی قدموں کی پیروی ہے اور اس کا کفارہ قسم کے کفارہ کے برابر ہے''۔

عَدُوٌّ = عدو سے بنا ہے جس کے معنی ہیں حد سے آگے بڑھ جانا۔ دشمنی کو عداوت اور دشمن کو عدو اِس لئے کہتے ہیں کہ وہ محبت کی حد سے نکل جاتا ہے۔

مبین کے معنی یا تو یہ ہیں کہ اُس کی عداوت اہلِ بصیرت کے نزدیک بہت ظاہر ہے اگرچہ بظاہر شیطان جس کو بہکاتا ہے اُس سے دوستی جتاتا ہے یا یہ معنی کہ عداوت کو ظاہر کرنے والا۔ ربِ کائنات نے قرآنِ مجید میں چار مقامات پر فرمایا ہے: **وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ**۔ وہ چار مقامات حسب ذیل ہیں۔ (۱) سورۃ البقرہ: ۱۶۸۔ (۲) سورۃ البقرہ: ۲۰۸۔ (۳) سورۃ الانعام: ۱۴۲۔ (۴) سورۃ النور: ۲۱

سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۰۸ اور سورۃ النور کی آیت نمبر ۲۱ میں براہِ راست مومنین سے خطاب فرما کر انہیں فرمایا ہے کہ شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلنا وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے۔

---

[۱۳] ابن کثیر جلد ا ص ۱۷۹، در منثور جلد ا ص ۴۰۴، فتح القدیر جلد ا ص ۲۱۴۔ [۱۴] ابن کثیر جلد ا ص ۱۷۹۔ [۱۵] ابن کثیر جلد ا ص ۱۷۹۔

پانچ مقامات پر یہ فرمایا گیا ہے۔ اِنَّــهٗ لَـكُـمْ عَـدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ بے شک وہ (یعنی شیطان) تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے۔ وہ پانچ مقامات حسب ذیل ہیں۔ (۱) البقرہ:۱۶۸۔ (۲) البقرہ:۲۰۸۔ (۳) الانعام:۱۶۹۔ (۴) یٰسین:۶۰۔ (۵) الزخرف:۶۲۔ سورۂ یوسف میں فرمایا گیا ہے: اِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (آیت ۵) ایک مقام پر فرمایا گیا' اِنَّــهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ۝ سورۃ الفاطر میں فرمایا گیا' اِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۝ (آیت نمبر ۶) یہ کہ شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اُسے دشمن سمجھو"۔

جب اتنا واضح طور پر رب ذوالجلال ہمیں فرما رہا ہے کہ شیطان تمہارا چھپا ہوا نہیں بلکہ کھلم کھلا دشمن ہے تو ہمیں اُس کے داؤ سے بچنا چاہیئے ہر وہ کام جو اللہ تبارک وتعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کی خوشی و پسند کا نہ ہو وہ شیطانی کام ہے اُس سے بچنا چاہیئے۔

اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ "وہ (شیطان) تمہیں برائی بے حیائی کا حکم دیتا ہے"۔

سوء اور **فحشاء** دونوں سے مراد گناہ ہے۔ بعض نے کہا سوء سے مراد مطلق گناہ اور **فحشاء** سے مراد کبیرہ گناہ ہے۔ **والمراد بامر وسوسة**[۱۶] "شیطان کے حکم کرنے کے یہ معنی ہیں کہ بُرائی کا وسوسہ ڈالتا ہے"۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اِنَّ اِبْلِيْسَ يَضَعُ عَرْشَهٗ عَلَى الْمَآءِ ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَايَاهُ يَفْتِنُوْنَ النَّاسَ فَاَدْنَاهُمْ مِنْهُ مَنْزِلَةً اَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً يَجِيْٓءُ اَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا فَيَقُوْلُ مَاصَنَعْتَ شَيْئًا قَالَ ثُمَّ يَجِيْٓءُ اَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ مَا تَرَكْتُهٗ فَرَّقْتُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ امْرَاَتِهٖ قَالَ فَيُدْنِيْهِ مِنْهُ وَيَقُوْلُ نَعَمْ اَنْتَ قَالَ الْاَعْمَشُ اَرَاهُ قَالَ فَيَلْتَزِمُهٗ [۱۷] "ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے پھر اپنے لشکر لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے بھیجتا ہے تو اُن میں ابلیس کے زیادہ قریب مرتبہ میں وہ ہوتا ہے جو سب سے بڑھ کر فتنے پھیلا کر آئے۔ اُن میں سے ایک آتا ہے اور آکر کہتا ہے۔ میں نے یہ کیا یہ کیا۔ ابلیس سن کر کہتا ہے تو نے کچھ نہیں کیا۔ (حضور نبی کریم ﷺ نے) فرمایا پھر ایک اور آتا ہے اور کہتا ہے میں نے بہت بڑا کام کیا ہے کہ میں نے اُس کو چھوڑا نہیں جب تک اُس میں اور اُس کی بیوی کے درمیان جدائی نہیں ڈال دی۔ یہ سن کر ابلیس بہت خوش ہوتا ہے اور اُس کو مقرب بناتا ہے اور کہتا ہے تو نے ٹھیک کام کیا ہے۔ حضرت اعمش رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، میرا خیال ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر ابلیس پیار کے طور پر اُسے اپنے ساتھ چمٹا لیتا ہے"۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اِنَّ لِلشَّيْطٰنِ لَمَّةً بِابْنِ اٰدَمَ وَلِلْمَلَكِ لَمَّةً الشَّيْطٰنِ فَاِيْعَادٌ بِالشَّرِّ وَتَكْذِيْبٌ بِالْحَقِّ وَاَمَّا لَمَّةُ الْمَلَكِ فَاِيْعَادٌ بِالْخَيْرِ وَتَصْدِيْقٌ بِالْحَقِّ فَمَنْ وَجَدَ ذٰلِكَ فَلْيَعْلَمْ اَنَّهٗ مِنَ اللّٰهِ فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَّجَدَ الْاُخْرٰى فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ثُمَّ قَرَءَ الشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ [۱۸] "بے شک ابن آدم کے پاس شیطان بھی آتا ہے اور فرشتہ بھی' شیطان کا اس کے پاس آنا تو اِس صورت میں ہوتا ہے کہ اُسے شر اور خرابی کے ساتھ ڈراتا ہے۔ اور حق کی تکذیب میں مبتلا کرتا ہے اور فرشتے کا آنا اِس شکل میں ہوتا ہے کہ وہ اُسے خیر اور نیکی کی خوشخبری دیتا ہے اور حق کی تصدیق پر آمادہ کرتا ہے جو شخص اپنے اندر خیر کا وعدہ پائے تو جان لے کہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہے جو شخص شیطان کی آمد محسوس کرے اُسے وسوسہ آئے تو اُسے چاہیئے اللہ عزّ وجل سے پناہ چاہے۔ پھر رسول کریم ﷺ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی: وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ۝ اور یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ پر وہ بات نہ کہو جو تم نہیں جانتے"۔

---

[۱۶] مظہری جلد اص ۱۶۵۔ [۱۷] مظہری جلد اص ۱۶۵' مشکوٰۃ حدیث نمبر ۷۱' مرقاۃ جلد اص ۲۳۲' مسلم حدیث نمبر ۶۷' مسند احمد جلد ۳ ص ۳۱۴' قرطبی جلد ۵ جز ۱۰ حدیث نمبر ۴۲۲' الترغیب والترہیب جلد ۳ ص ۸۲' شرح السنۃ جلد ص ۴۰۰۔ [۱۸] مشکوٰۃ حدیث نمبر ۷۴' ترمذی حدیث نمبر ۲۹۸۸' مرقاۃ جلد اص ۲۳۵' کنز العمال حدیث نمبر ۱۲۴۰۔

درسِ حدیث شریف

(صاحبزادہ حافظ خلیل احمد یوسفی، متعلم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِی ﷺ قَالَ لَوْیُعْطَی النَّاسُ بِدَعْوَاھُمْ لَادَّعٰی نَاسٌ دِمَاءَ رِجَالٍ وَاَمْوَالِھِمْ وَلٰکِنَّ الْیَمِیْنَ عَلَی الْمُدَّعٰی عَلَیْهِ۔

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر محض دعوے پر لوگوں کے حق میں فیصلہ کردیا جایا کرے تو لوگ دوسروں کے خلاف (بے باکی سے) خون یا مال کے (جھوٹے) دعوے کرنے لگیں گے لیکن مدعا علیہ سے حلفیہ انکاری بیان لیا جائے گا''۔

اِس روایت مبارکہ میں مدعی سے گواہوں کے مطالبے کا ذکر نہیں ہے کیونکہ شریعت اسلامیہ میں یہ ثابت شدہ امر ہے کہ مدعی پر گواہ ہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اسی حدیث شریف کو حضرت امام بیہقی علیہ الرحمہ نے بھی حسن اور صحیح سند کے ساتھ روایت کی ہے اور مرفوعاً لکھا ہے۔ وَلٰکِنَّ الْبَیِّنَةَ عَلَی الْمُدَّعِی وَالْیَمِیْنَ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ'' اور مدعی کے ذمہ گواہ ہیں اور قسم منکر پر ہے''۔

اگر بفرض محال قانون اسلام یہ ہوجائے کہ ہر ایک کے دعوے پر بغیر گواہی اور بغیر اقرار مدعا علیہ فیصلہ ہوجایا کرے اور ہر ایک کہہ دیا کرے کہ فلاں پر میرا اتنا قرض ہے اور فلاں نے میرے عزیز کو قتل کردیا ہے۔ اِس کا قصاص یا دیت دلوائی جائے تو اس پر نظام مملکت تباہ و برباد ہوجائے۔

یہ فرمانِ عالی شان مجمل ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر مدعی کے پاس گواہی موجود نہ ہو اور مدعا علیہ اُس کے دعوے کا اقراری نہ ہو بلکہ انکاری ہو اور مدعی اُس پر قسم کا مطالبہ کرے تو قسم مدعا علیہ پر ہے یہ تینوں قیدیں خیال میں رہنی چاہئیں چونکہ مدعی پر گواہی پیش کرنے کا وجوب ظاہر تھا اِس لئے اُس کا ذکر نہ فرمایا اور حدیث شریف میں اِتنا فرمادیا کہ مدعا علیہ سے خلفیہ انکاری بیان لیا جائے گا۔ اگر قاضی نے مدعی کے مطالبے کے بغیر مدعا علیہ سے قسم لے لی تو مدعی پھر قسم کا مطالبہ کرسکتا ہے۔ خیال رہے کہ مدعی کے ذمہ گواہی اور مدعا علیہ پر قسم ہونا عظیم الشان قاعدہ ہے۔ یہ حدیث شریف معناً متواتر ہے جیسے حدیث شریف اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ متواتر ہے۔ مدعی پر قسم نہیں مدعا علیہ پر گواہی نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا:۔ مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنِ صَبْرٍ وَھُوَ فِیْهَا فَاجِرٌ یَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ یَقْتَطِعُ بِهَا لَقِیَ اللّٰهَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَھُوَ عَلَیْهِ غَضْبَانُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِیْقَ ذٰلِکَ اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِاللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰئِکَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَکِّیْهِمْ ص وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ؀ ''جس شخص نے لزومی قسم کھائی اِس حال میں کہ وہ اِس میں جھوٹا ہے۔ قسم کھا کر مسلمان کا مال ہتھیانا چاہتا ہے وہ شخص قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ واجب الوجود و مطلق و بسیط و بے حد کی بارگاہ میں اِس حال میں حاضر ہوگا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اُس سے ناراض ہوگا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُس کی تائید میں سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۷۷ نازل فرمائی جس کا ترجمہ اِس طرح ہے۔'' بے شک وہ لوگ جو اللہ (تبارک وتعالیٰ) کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے ذلیل دام لیتے ہیں آخرت میں اُن کا کچھ حصہ نہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نہ تو اُن سے بات کرے گا اور نہ اُن کی طرف نظر کرم فرمائے گا اور نہ ہی اُنہیں قیامت کے دن پاک فرمائے گا اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فرمانِ عالی شان میں قسموں کے بدلے ذلیل دام لینے کا ذکر کیا ہے اِس وعید میں جھوٹی قسم کھا کر مال لینے والے، رشوت لے کر جھوٹی گواہی دینے والے یا جھوٹے فیصلے کرنے والے، مال لے کر جھوٹے فتوے دینے والے

اور جھوٹوں کی جھوٹی وکالت کرنے والے سب ہی داخل ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ محفوظ فرمائے۔

جو اللہ تبارک وتعالیٰ سے کئے ہوئے عہد توڑ دیتے ہیں اور جھوٹی قسمیں کھا لیتے ہیں اُن کے لئے پانچ سخت سزائیں ہیں ایک یہ کہ دوسری زندگی میں انہیں رحمتِ الٰہی سے کوئی حصّہ نہیں نہ قبر میں آرام پائیں نہ حشر میں راحت اور نہ جنت میں حور و قصور اور نہ رضائے ربِ غفور دوسرے یہ کہ رب تعالیٰ کے شرفِ کلام سے محروم رہیں گے کہ پروردگار پرہیز گاروں سے کلام رحمت فرمائے گا تیسرے یہ کہ قیامت کے دن اُن پر نظرِ رحمت بھی نہ فرمائے گا اور یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے دیدار سے محروم ہونگے چوتھے یہ کہ نہ اُن کے گناہ معاف فرما کر پاک فرمائے گا اور نہ اُن کی تعریف فرمائے گا اور پانچویں یہ کہ اُن کے لئے دردناک عذاب ہے جس کی سختی ناقابل بیان ہے اگر اوّل اُن کی شفاعت اور بخشش نہ ہو تو یہ لوگ اُن فضائل سے محروم رہیں گے پھر اگر شفاعت پاکر یا سزا پاکر انعام بخشش پالیں تو پھر دیدارِ الٰہی ثناءِ رب اور نظرِ رحمت کے مستحق ہوں گے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: **مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِیَمِیْنِہٖ فَقَدْ اَوْجَبَ اللّٰہُ لَہُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ فَقَالَ لَہٗ شَیْئًا یَسِیْرًا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ وَاِنْ کَانَ قَضِیْبًا مِّنْ اَرَاکٍ**

جس نے اپنی قسم سے کسی مسلمان کا حق مار لیا (ملا علی قاری علیہ الرحمہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں وہ مارا ہوا حق مال ہو یا کوئی اور چیز) تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُس کے لئے آگ لازم کردی اور اُس پر جنت حرام کردی تو نبی کریم ﷺ سے ایک شخص نے عرض کیا اگر چہ معمولی چیز ہو یا رسول اللہ ﷺ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر چہ پیلو کی شاخ ہی ہو''۔

جھوٹی قسم کھانا بہت بڑا گناہ ہے مزید یہ کہ اِس سے کسی بندے کا حق مارا جائے پھر وہ حق العباد ہے جو توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتا تاوقتیکہ جس کا حق ہے اُس کو ادا نہ کر دیا جائے۔ یا اُس سے معافی نہ لے لی جائے۔ اِسلامی معاشرہ اور اِسلامی قوانین اِس چیز کی قطعاً اجازت نہیں دیتے کہ کوئی کسی کے مال پر قبضہ کرلے پھر اُس پر جھوٹا دعویٰ جتائے۔ ایسے لوگوں سے متعلق حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: **مَنِ ادَّعٰی مَالَیْسَ لَہٗ فَلَیْسَ مِنَّا وَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ** ''جس نے ایسی چیز کا دعویٰ کیا جو اُس کی نہیں ہے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے اور وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے''۔

رسولِ کریم ﷺ کے اکثر و بیشتر فیصلے ظاہر پر ہوتے تھے تاکہ قیامت تک اُمّت کے حُکام اور قاضی فیصلوں میں نبی کریم ﷺ کی اِس سنّت مبارکہ پر عمل کریں کہ اُمت پر وحی الہامِ شرعی اور غیب پر اطلاع نہیں اگر نبی کریم ﷺ کے فیصلے الہام' وحی اور علم غیب کی بنیاد پر ہوتے تو اُمّت کیسے عمل کرتی ہے؟ شریعتِ اسلامیہ نے یہ ضابطہ اور اصول مرتب کیا ہے کہ گواہی مدعی پر ہے اور قسم مدعا علیہ پر۔ خیال رہے ضابطے اور قوانین ماننے والوں کے لئے ہوتے ہیں۔ حکومتِ وقت کا کام' اصول وضوابط اور قوانین کو نافذ کرنا ہوتا ہے جس معاشرے میں دہشت گردی' ناجائز قبضے اور گواہوں کا قتل بلکہ ججوں کا قتل ہوتا ہے وہاں گواہی اور قسم کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ آج کثیر تعداد میں ایسے واقعات اخبارات میں پڑھنے میں آتے ہیں کہ کسی کی زمین یا جائیداد پر ناجائز قبضہ کرلیا گیا اور زرخرید گواہ بھی تیار ہوگئے اور اصل مالک کو قتل کی دھمکی دے کر اُس کے بچوں پر اغوا کا خوف طاری کرکے خاموش کروادیا' کبھی مدعی نے مدعا علیہ کو قتل کروادیا۔ ایسے حالات میں قانون نافذ کرنے والے اداروں کی طرف سے بے دریغ اور بے لاگ انصاف معاشرے کے امن وسکون کے لئے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو کلمہ طیبہ کے نور کی روشنی میں حق وانصاف کا دامن تھامے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور انصاف کے دن یعنی یوم الآخر کی پیشی پر یقین کامل نصیب فرمائے جب دل میں خوفِ خدا ہوگا نبی کریم ﷺ کی اطاعت پر یقین ہوگا اور قیامت کے روز کے حساب وکتاب کا ڈر ہوگا پھر خاندان معاشرہ اور ملک مہذب اور انصاف کا گہوارہ ہوگا۔

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

نبی کریم ﷺ کے مشاہدات

ترتیب: منیر احمد یوسفی (ایم۔اے)

انبیاء کرام علیہم السلام کے حواس عام انسان کے حواس سے زیادہ لطیف ہوتے ہیں۔ عام انسان کے حواس کی حیثیت مادر زاد نابینا کی طرح ہوتی ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے حواس تیز نگاہ نوجوان اور قوت بینائی سے مالا مال اور ارفع و اعلیٰ ہوتے ہے۔

مشاہدات نبوی ﷺ کا احاطہ ممکن نہیں۔ اُن کے مشاہدات علم انسانی سے بالا ہیں۔ لیکن اُن مشاہدات کو الفاظ اور عبارات میں بیان کرنے کی کوشش کی جاسکتی ہے۔

نبی کریم ﷺ کے مشاہدات میں حضرت جبرائیل روح القدس یعنی روح الامین علیہ السلام سرفہرست ہیں۔ جو پہلی مرتبہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضر ہوئے اور **اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ o**۔۔۔ پڑھا اور سنایا [۱] حضرت جبرائیل علیہ السلام پہلے پہل غارِ حرا میں نظر آئے۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ **یُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحیِ** ''وحی کے موقوف ہونے کا ذکر فرماتے تھے''۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایک دفعہ میں جارہا تھا:۔ **سَمِعْتُ صَوْتًا مِّنَ السَّمَآءِ فَرَفَعْتُ رَأْسِیْ فَاِذَا الْمَلَکُ الَّذِیْ جَآءَ نِیْ بِحِرَآءٍ جَالِسًا عَلَی الْکُرْسِیِّ بَیْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ** [۲] میں نے آسمان سے آواز سنی تو میں نے اپنا سر (انور) اُٹھایا اور دیکھا کہ وہی فرشتہ تھا جو غارِ حرا میں میرے پاس آیا وہ ایک کرسی پر بیٹھا ہے اور وہ آسمان اور زمین کے درمیان میں ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا:۔

اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ اَطَّتِ السَّمَآءِ وَحُقَّ لَهَا اَنْ تَاِطَّ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا فِیْهَا مَوْضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَ مَلَکٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهٗ سَاجِدًا لِّلّٰهِ ، وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا وَلَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَآءِ عَلَی الْفُرُشَاتِ وَلَخَرَجْتُمْ اِلَی الصُّعُدَاتِ تَجْأَرُوْنَ اِلَی اللّٰهِ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ یَالَیْتَنِیْ کُنْتُ شَجَرَةً تُعْضَدُ [۳]

''میں عالم غیب کی وہ چیزیں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ آوازیں سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے' آسمان چرچرارہا ہے اور حق ہے کہ وہ چرچرائے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ آسمان میں چار انگلیوں کے برابر بھی جگہ نہیں' جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ اللہ (تبارک وتعالیٰ) کے حضور میں اپنا ماتھا رکھے سجدے میں نہ پڑا ہو۔ اگر تم وہ باتیں جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے اور بستروں پر بیویوں سے بھی لطف اندوز نہ ہوسکتے اور اللہ (جل مجدہٗ الکریم) سے نالہ وفریاد اور گریہ وزاری کرتے ہوئے بیابانوں اور جنگلات کی طرف نکل جاتے (اِس حدیث شریف کو بیان کرنے کے بعد) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' کاش میں ایک درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا''۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ''عام انسان'' کو علم کے جو ذرائع عقل وحواس وغیرہ عطا فرمائے ہیں ان کی دسترس صرف اِسی عالم شہود تک ہی ہے۔ عوام الناس کی علم غیب تک رسائی نہیں ہے۔ غیبی

---

[۱] بخاری جلد۱ص ۲' شرح السنۃ جلد۷ص ۸۳' مسلم جلد۱ص ۸۸' السنن الکبریٰ للبیہقی جلد۷ص ۵۱' جلد۹ص ۶' مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر ۹۷۱۹' مسند ابوعوانۃ جلد۱ ص ۱۱۰' دلائل النبوۃ جلد۲ص ۱۳۴' قرطبی جلد۱۰جز۲۰ص ۱۱۸' مستدرک حاکم جلد۳ حدیث نمبر ۱۸۳۔ [۲] مسلم جلد۱ص ۹۰' مشکوٰۃ حدیث نمبر ۵۸۴۳' مسند احمد جلد۳ص ۳۲۵' ۳۷۷' مرقاۃ جلد۱۰ص ۵۱۵' ترمذی حدیث نمبر ۳۳۲۵' بخاری جلد۱ص ۳۔ [۳] ترمذی حدیث نمبر ۲۳۱۲' ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۹۰' مسند احمد جلد۵ص ۱۷۳' مستدرک حاکم جلد۴ حدیث نمبر ۱۵۰' جلد۴ حدیث نمبر ۵۷۹۴۴' الترغیب والترہیب جلد۴ص ۲۶۴' مشکوٰۃ حدیث نمبر ۵۳۴۷' مرقاۃ جلد۹ص ۲۵۹' کنزالعمال حدیث نمبر ۲۹۸۲۹' ۲۹۸۳۸' شرح السنۃ جلد۷ص ۳۷۲۔

حقائق کی دریافت اور اُن کے بارے میں علم و یقین حاصل کرنے کے لئے ہمیں رسولِ کریم ﷺ کی سماع اور مشاہدہ اور دی ہوئی خبروں پر اعتماد اور یقین کامل ہونا فرض عین ہے اِسی کا نام ''ایمان'' ہے۔ عام انسان ''علم الیقین'' کی منزل پر ہوتا ہے جب کہ نبی کریم ﷺ ''عین الیقین'' اور ''حق الیقین'' کے مقام پر فائز ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ پر غیبی حقائق منکشف فرما دیئے۔ وہ ایسے غیبی حقائق ہیں اگر عوام الناس پر منکشف کر دیئے جاتے تو لوگ اِس دنیا میں کام نہ کر سکتے اور نہ ہی سکون سے رہ سکتے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کے قلب مبارک کو وہ غیر معمولی طاقت بخشی کہ آپ ﷺ اِس انکشاف اور مشاہدہ کے باوجود تمام فرائض منصبی کو بحسن وخوبی انجام دیتے رہے۔ اور دنیا میں ایسی جامع اور معتدل زندگی گذاری جو قیامت تک پیدا ہونے والے ہر قسم اور ہر طبقے کے انسانوں کے لئے نمونہ ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اصلی شکل میں دیکھنا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں، **اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ رَاٰی جِبْرِیْلَ علیہ السلام لَہٗ سِتُّ مِائَۃِ جَنَاحٍ** ۴ ''نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اُن کے چھ سو پر تھے'' حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اُن کی اصل صورت میں آپ ﷺ نے دو بار دیکھا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کے علاوہ دوسرے ملائکہ بھی نبی کریم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کی بارگاہِ عالیہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے آنے کا کوئی وقت مقرر نہ تھا۔ صبح وشام ہر وقت اور ہر حالت میں یعنی صلح و جنگ میں بھی فیضانِ الٰہی کا چشمہ اُبلتا رہتا تھا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام اُس وقت بھی آتے تھے جب آپ ﷺ لوگوں کے مجمع میں بیٹھے ہوتے تھے لیکن جو کچھ آپ دیکھتے اور سنتے تھے وہ عموماً اوروں کو دکھائی اور سنائی نہیں دیتا تھا۔

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ اُم المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جلوہ افروز تھے کہ آپ ﷺ نے اُم المومنین رضی اللہ عنہا سے فرمایا: **یَا عَائِشَۃُ ھٰذَا جِبْرِیْلُ یَقْرَأُ عَلَیْکِ السَّلَامُ ، فَقَالَتْ وَعَلَیْہِ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ تَرٰی مَالَا اَرٰی تُرِیْدُ النَّبِیَّ ﷺ** ۵

''اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) دیکھو یہ (حضرت) جبرائیل علیہ السلام کھڑے ہیں۔ تمہیں سلام کہتے ہیں انہوں نے (جواباً) کہا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (اور عرض کیا) آپ ﷺ کو وہ دکھائی دیتے ہیں مجھے تو نظر نہیں آتے۔ اُم المومنین رضی اللہ عنہا نے تریٰ سے نبی کریم ﷺ کو مراد رکھا۔''

شیطان پر غلبہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **مَامِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ وُکِّلَ بِہٖ قَرِیْنُہٗ مِنَ الْجِنِّ وَقَرِیْنُہٗ مِنَ الْمَلَائِکَۃِ قَالُوْا وَاِیَّاکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ وَاِیَّایَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ اَعَانَنِیْ عَلَیْہِ فَاَسْلَمَ فَلَا یَاْمُرُوْنِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ** ۶

''تم میں سے کوئی بھی نہیں مگر ہر ایک کے ساتھ ایک شیطان ساتھی ہے اور ایک ساتھی فرشتوں میں سے مسلط کیا گیا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا، کیا آپ ﷺ کا بھی ایسا ہی معاملہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میرا حال بھی ایسا ہی ہے۔ لیکن اللہ (عزّ وجل) نے اِس کے خلاف میری مدد فرمائی ہے وہ مسلمان ہو گیا ہے۔ وہ مجھے سوائے نیکی کے کچھ نہیں کہتا (وہ میرا مطیع ہو گیا ہے)۔''

یہ حدیث شریف بھی واضح کر رہی ہے کہ آپ ﷺ

---

۴ مسلم جلد۱ ص ۹۷۔ ۵ بخاری جلد۱ ص ۴۵۷، ترمذی حدیث نمبر ۳۸۱۷، مجمع الزوائد جلد۸ ص ۳۳۳، مشکوٰۃ حدیث نمبر ۶۱۸۷، مرقاۃ جلد۱۱ ص ۳۳۷، مسلم حدیث نمبر ۲۴۴۷، نسائی حدیث نمبر ۳۹۵۳۔ ۶ مشکوٰۃ حدیث نمبر ۶۷، مرقاۃ جلد۱ ص ۲۲۸، مسلم حدیث نمبر ۶۷، سنن دارمی جلد۲ ص ۳۹۲، حدیث نمبر ۲۷۳۴، مسند احمد جلد۱ ص ۳۸۵، نصب الرایۃ جلد۱ ص ۴۳۴، دلائل النبوۃ جلد۷ ص ۱۰۰، قرطبی جلد۴ جزء۷ حدیث نمبر ۶۷، المعجم الکبیر للطبرانی جلد۱۰ ص ۲۶۹، البدایہ والنہایہ جلد۱ ص ۵۲۔

ایک ساتھ شیطان اور فرشتے کو ملاحظہ فرماتے ہیں اور اپنے ساتھ والے کے مسلمان ہونے کا ذکر فرما رہے ہیں۔ جس کو تسلیم کرنا عین ''ایمان'' ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے دیکھنا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَتَیْتُ وَفِیْ رِوَایَۃِ ھَدَّابِ بْنِ خَالِدٍ مَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی علیہ السلام لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ عِنْدَ الْکَثِیْفِ الْاَحْمَرِ وَھُوَ قَآئِمٌ یُّصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ [7] ''میں آیا'' اور ایک روایت جو حضرت ھداب بن خالد سے مروی ہے، میں ہے جس رات مجھے معراج ہوا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر سے گزرا، سرخ ریت کے پاس، میں نے دیکھا وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔''

اِس حدیث شریف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غیبی حالات کے مشاہدہ کا پتا چلتا ہے دوسرے اِس حدیث شریف سے یہ بھی نکلا کہ انبیاء کرام علیہم السلام عالمِ برزخ میں زندہ ہیں۔

قبر کے اندرونی حالات کا مشاہدہ:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں، ہم لوگ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے۔ جب کہ وہ فوت ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن پر نماز جنازہ پڑھی، انہیں قبر میں رکھ دیا گیا اور قبر درست کردی گئی، مٹی برابر کی گئی تو:۔ سَبَّحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَسَبَّحْنَا طَوِیْلًا ثُمَّ کَبَّرَ فَکَبَّرْنَا فَقِیْلَ لِمَا سَبَّحْتَ ثُمَّ کَبَّرْتَ؟ قَالَ لَقَدْ تَضَایَقَ عَلٰی ھٰذَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ قَبْرُہٗ حَتّٰی فَرَّجَہُ اللّٰہُ عَنْہُ [8] ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح پڑھی تو ہم نے بھی لمبی اور کافی وقت تسبیح پڑھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی تو ہم نے بھی تکبیر کہی بعد ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح پڑھی، پھر تکبیر پڑھی ایسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس لئے کیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اِس عبد صالح پر قبر تنگ ہوگئی تھی یہاں تک کہ اللہ (تبارک وتعالیٰ) نے وہ تنگی دور کردی اور اُس کے لئے اُس کی قبر کو کشادہ کردیا گیا''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کی دیواروں کو تنگ ہوتے دیکھا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح وتکبیر پڑھی تو قبر کی دیواروں کو کشادہ ہوتے دیکھا۔ اِس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کی تنگی اور اُس کا دبانا ہر میت کے لئے ہوتا ہے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بہت بزرگ شخصیت تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اُن کے فوت ہونے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدات میں سے بیان فرماتے ہیں، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ھٰذَا الَّذِیْ تَحَرَّکَ لَہُ الْعَرْشُ وَفُتِحَتْ لَہٗ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَشَھِدَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِّنَ الْمَلَآئِکَۃِ لَقَدْ ضُمَّ ضُمَّۃً ثُمَّ فُرِّجَ عَنْہُ [9] ''یہ (حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ) وہ شخص ہے جس (کے فوت ہونے) پر عرشِ (عظیم) حرکت میں آیا اور اُس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے۔ ستر ہزار فرشتے آپ کے (جنازے) میں حاضر ہوئے۔ جبکہ آپ پر قبر تنگ ہوئی آپ کو قبر نے دبایا پھر اس دشواری سے آپ کو کشادگی عطا فرمائی گئی''۔ ایک روایت میں ہے: لَقَدِ اھْتَزَّ لَھَا عَرْشُ الرَّحْمٰنِ عَزَّوَجَلَّ [10] ''البتہ تحقیق (آپ کی وفات پر) عرشِ رحمٰن جھوما'' حرکت میں آنا اور جھومنا مسرت وخوشی سے کنایہ ہے یعنی اُن کی عظمت وبزرگی کی بنا پر اور اُن کی تشریف آوری پر

[7] مسلم جلد ۱ ص ۲۶۸، مسند احمد جلد ۵ ص ۵۹، شرح السنۃ جلد ۷ ص ۱۰۴، درمنثور جلد ۴ ص ۱۵۰، (طبع قدیم) البدایہ والنہایہ جلد ۱ ص ۳۱۸۔ [8] مشکوٰۃ حدیث نمبر ۱۳۵، مسند احمد جلد ۳ ص ۳۶۰، المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۶ ص ۱۳ حدیث نمبر ۵۳۴۶، سیرۃ ابن ھشام جلد ۳ ص ۲۷۲، مجمع الزوائد جلد ۳ ص ۴۶، البدایہ والنہایہ جلد ۴ ص ۱۲۸۔ [9] مشکوٰۃ حدیث نمبر ۱۳۶، مرقاۃ جلد ۱ ص ۳۳۰، نسائی حدیث نمبر ۲۰۵۵، مسند احمد جلد ۳ ص ۳۲۷، مستدرک حاکم جلد ۳ حدیث نمبر ۲۰۶، المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۶ ص ۱۱ حدیث نمبر ۵۳۴۰، کنز العمال حدیث نمبر ۳۳۳۱۵۔ [10] المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۶ ص ۱۱، مسند احمد جلد ۳ ص ۳۹۳، ۳۵۲، مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۳۰۹، ۳۰۸، مستدرک حاکم جلد ۳ حدیث نمبر ۲۰۷، کنز العمال حدیث نمبر ۳۷۰۴۵، (باختلاف الفاظ)۔

اہلِ عرش نے خوشی منائی اور فرحت و مسرت کا اظہار کیا۔

مذکورہ بالا سارے حالات کو نبی کریم ﷺ نے اپنی نورانی آنکھوں مبارک سے ملاحظہ فرمایا' دیکھا' مشاہدہ کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے من وعن بغیر بحث کے مانا اور تسلیم کیا اور ہمیں بتایا سمجھایا کہ نبی کریم ﷺ کے مشاہدات کو ماننا عین ایمان ہے۔

گدّی پر تین گرہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' نبی کریم ﷺ نے فرمایا:۔

يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَأْسِ اَحَدِكُمْ اِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ عَلٰى كُلِّ عُقْدَةٍ مَكَانَهَا عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ فَاِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ اُنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ تَوَضَّأَ اُنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ صَلّٰى اُنْحَلَّتْ عُقَدُهُ كُلُّهَا فَأَصْبَحَ نَشِيْطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَاِلَّا اُصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ [۱۱]

''تم میں سے ہر ایک کی گدی پر شیطان تین گرہیں لگا دیتا ہے جب کہ وہ سورہا ہو اور ہر گرہ پر پھونک مارتا ہے۔ (اور کہتا ہے) ابھی رات بڑی لمبی ہے سوئے رہو۔ پھر اگر وہ شخص جاگا (شیطان کی ایک نہ سنی) اور اللہ (تبارک وتعالیٰ) کا ذکر کیا۔ تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ اگر وضو کیا تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر اگر وہ نماز پڑھنے لگے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے۔ اور وہ خوش طبع اور پاکیزہ نفس ہوتا ہے ورنہ خبیث النفس (بدمزاج) سست ہوتا ہے''۔

رسولِ کریم ﷺ کا یہ فرمان مشاہدہ علم غیب سے ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کتنا علم عطا فرمایا ہے کہ رات کے اندھیرے میں لگنے والی شیطانی گرہیں بھی رسول کریم ﷺ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ آپ ﷺ کو نہ صرف گرہیں لگتی نظر آتی ہیں بلکہ کھلتی ہوئی بھی نظر آتی ہیں۔ اور فرمایا یہ گرہیں ذکر' وضو اور نماز سے کھلتی ہیں۔

شیطان کانوں میں پیشاب کر دیتا ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:۔ **ذُكِرَ عِنْدَا لِنَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ نَامَ لَيْلَةً حَتّٰى اَصْبَحَ قَالَ ذَاكَ رَجُلٌ بَالَ الشَّيْطَانُ فِيْ اُذُنَيْهِ اَوْ قَالَ فِيْ اُذُنِه** [۱۲]

''نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص کا ذکر کیا گیا جو رات بھر صبح تک سورہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اُس شخص کے دونوں کانوں یا ایک کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے اس غیبی حالت کا نورِ نبوت اور اپنی نورانی آنکھوں سے مشاہدہ فرمایا کہ جو شخص عشاء یا صبح کی نماز کے وقت سورہا ہے حتیٰ کہ وہ نماز قضاء ہو جائے تو شیطان اُس کے کانوں میں پیشاب کر جاتا ہے پھر شیطان کے پیشاب کے بوجھ سے اُس کی سماعت باقی نہیں رہتی۔

قارئین کرام! آپ نے نبی کریم ﷺ کے غیبی مشاہدہ کا اندازہ فرمایا کہ لوگ اپنے گھروں میں بند کمروں میں سوتے رہتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کو ربِ کائنات ایسی نظر وکشف کی نعمت عطا فرمائی ہے کہ آپ دیکھ لیتے ہیں کہ کس کس کے کان میں شیطان نے پیشاب کیا ہے۔ اِس حقیقت کے ماننے کا نام ہی ''ایمان'' ہے۔

بیت المقدس کو دیکھنا:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول کریم ﷺ نے فرمایا:۔

لَمَّا كَذَّبَتْنِيْ قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ فَجَلَّى اللّٰهُ لِيْ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُهُمْ

---

[۱۱] بخاری جلد ۱ ص ۶۲ ۴' ابوداؤد حدیث نمبر ۱۳۰۶' ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۳۲۹' مسند احمد جلد ۲ ص ۲۴۳' مسلم جلد ۱ ص ۲۶۵' صحیح ابن خزیمہ حدیث نمبر ۱۱۳۱' جلد ۲ ص ۱۷۴' السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۲ ص ۵۰۱' جلد ۳ ص ۱۵' شرح السنہ جلد ۲ ص ۴۵۷' الترغیب والترہیب جلد ۱ ص ۴۴۲' ۴۴۶' قرطبی جلد ۱ جزء ۲ حدیث نمبر ۲۳' جلد ۱۰ جزء ۲ حدیث نمبر ۲۳' جلد ۱۰ جزء ۹۱ حدیث نمبر ۵۶۔ [۱۲] بخاری جلد ۱ ص ۴۶۳' کنز العمال حدیث نمبر ۴۲۱۳۸۲' مسند احمد جلد ۱ ص ۴۲۷' السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۳ ص ۱۵' مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ ص ۲۷۱' البدایہ والنہایہ جلد ۱ ص ۶۳۔

www.seedharastah.com

عَنْ اٰیَاتِہٖ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْہِ [۱۳]

”جب قریش کے لوگوں نے مجھے جھٹلایا تو میں حطیم میں کھڑا ہوا اور اللہ (تبارک وتعالیٰ) نے بیت المقدس میرے سامنے کر دیا میں نے اُس کی نشانیاں قریش کو بتلانی شروع کیں میں اُس کو دیکھ رہا تھا“۔

اِس واقعہ کی تفصیل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں، فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا معراج کی شب میں نے صبح کی تو میں اِس بات کو جانتا تھا کہ لوگ جھٹلائیں گے۔ چنانچہ میں غم کی حالت میں ایک طرف بیٹھ گیا اُسی وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کا دشمن ابو جہل گزرا اور آپ ﷺ کے پاس بیٹھ کر مذاقاً کہنے لگا کیا کوئی نئی بات ہے؟ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ اُس نے کہا وہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے آج رات سیر کرائی گئی ہے اُس نے پوچھا کہاں تک؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بیت المقدس کی طرف۔ اُس نے کہا پھر صبح آپ ﷺ یہاں موجود ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ اب اُس موذی کے دل میں خیال آیا کہ اِس وقت انہیں جھٹلانا اچھا نہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگوں کے مجمع میں پھر یہ بات نہ فرمائیں (نعوذ باللہ)۔ چنانچہ اُس نے کہا: اگر میں سب لوگوں کو جمع کر لوں تو سب کے سامنے بھی آپ ﷺ یہی فرمائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں؟ سچی باتیں چھپانے کی نہیں ہوتیں۔ اُسی وقت اُس نے کہا: اے بنی کعب بن لوئی آؤ۔ سب لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ پھر اُس (ملعون، ابو جہل) نے کہا، اب آپ ﷺ اپنی قوم کو وہ بات بتائیں جو مجھے بتائی تھی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں سنو! مجھے آج رات سیر کرائی گئی ہے۔ سب لوگوں نے پوچھا کہاں تک گئے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا بیت المقدس کی طرف۔ لوگوں نے کہا اور پھر صبح آپ ﷺ ہم میں موجود ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! تو بعض لوگوں نے تالیاں بجائیں، کوئی سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور کوئی سخت حیرت زدہ ہوا اور اپنے گمان میں آپ ﷺ کی بات کو غلط جانا۔ پھر کچھ دیر کے بعد کہنے لگے اگر ہم وہاں کی کیفیات اور نشانات پوچھیں تو بتا سکتے ہیں؟ اُن میں وہ لوگ بھی تھے جو بیت المقدس سے ہو کر آئے ہوئے تھے۔ اور وہاں کے چپے چپے سے واقف تھے آپ ﷺ نے فرمایا: پوچھو کیا پوچھتے ہو؟ وہ پوچھنے لگے اور آپ بتلانے لگے فرمایا انہوں نے پیچیدہ سوالات پوچھے تو اُسی وقت **فَجِیْءَ بِالْمَسْجِدِ اَنَا اَنْظُرُ حَتّٰی وَضَعَ دُوْنَ دَارِ عَقِیْلٍ اَوْ عَقَالَ** [۱۴] ”مسجد میرے سامنے کر دی گئی اب میں دیکھتا جاتا تھا اور بتاتا جاتا تھا۔ بس ایسے سمجھو کہ عقیل کے گھر کے پاس ہی مسجد تھی یا عقال کے گھر کے پاس“۔

کفارِ قریش کی جماعت اُسی وقت دوڑی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی اور لوگ کہنے لگے آج تمہارے صاحب ایک عجیب خبر سنا رہے ہیں فرماتے ہیں کہ وہ ایک ہی رات میں بیت المقدس سے ہو کر مکہ مکرمہ آ گئے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا انہوں نے یہ فرمایا ہے۔ لوگوں نے کہا: ہاں! تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **فَاَنَا اَشْهَدُ لَئِنْ کَانَ قَالَ ذٰلِکَ لَقَدْ صَدَقَ فَاَرَا فَتُصَدِّقُهٗ فِیْ اَنْ اَتَی الشَّامَ فِیْ لَیْلَةٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ یَرْجِعُ اِلٰی مَکَّةَ قَبْلَ اَنْ یُّصْبِحَ؟ قَالَ نَعَمْ اَنَا اُصَدِّقُهٗ بِاَبْعَدِ مِنْ ذٰلِکَ اُصَدِّقُهٗ بِخَبَرِ السَّمَآءِ** [۱۵] میں گواہی دیتا ہوں اگر وہ فرماتے ہیں تو سچ ہے وہ واقعی ہو آئے ہیں۔ انہوں نے کہا تم اِسے بھی مان لیتے ہو کہ رات جائیں اور صبح سے پہلے ملک شام سے واپس مکہ (مکرمہ) پہنچ جائیں۔ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے) فرمایا: اس سے بھی بڑی بات کو میں اِس سے بہت پہلے مانتا چلا آیا ہوں یعنی میں مانتا ہوں کہ اُن کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں اور وہ اُن تمام میں سچے ہیں۔ (بقیہ صفحہ نمبر ۲۲ کالم نمبر ۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

---

[۱۳] مسلم جلد ۱ ص ۹۶، بخاری جلد ۲ ص ۶۸۴، ترمذی حدیث نمبر ۳۱۳۳، دلائل النبوۃ جلد ۲ ص ۳۵۹، مسند ابوعوانۃ جلد ۱ ص ۱۲۵، شرح السنۃ جلد ۷ ص ۱۰۵، مسند احمد جلد ۳ ص ۳۷۷، کنز العمال حدیث نمبر ۳۱۷۳۳، ابن کثیر جلد ۳ ص ۱۲۔ [۱۴] مجمع الزوائد جلد ۱ ص ۶۵، ابن کثیر جلد ۳ ص ۱۶۔ [۱۵] ابن کثیر جلد ۳ ص ۱۲۔

زکوٰۃ ایک اسلامی فریضہ اور معاشرتی ضروریات

از قلم: شیخ الحدیث مفتی محمد صدیق ہزاروی

فرائضِ اسلام میں سے زکوٰۃ ایک اہم فریضہ ہے کیونکہ یہ فرض دو جہتی عبادت ہے اگر یہ ایک طرف حکمِ خداوندی کی تعمیل کا سبب ہے تو دوسری جانب اِس عبادت کے ذریعے معاشرہ کے پسماندہ اور نادار افراد کی ضرورتوں کو پورا کر کے معاشرتی زندگی میں باہم میل جول، محبت و یگانگت اور ہمدردی و غمگساری کے جذبات کو فروغ دیا جاتا ہے۔

جبکہ دیگر عبادات مثلاً نماز، روزہ اور حج اگرچہ اپنی بعض خصوصیات کے اعتبار سے نہایت پسندیدہ اور غیر معمولی عبادات ہیں۔ لیکن اِن میں بظاہر صرف اللہ تبارک وتعالیٰ اور بندے کے درمیان ہی تعلق کا اظہار ہوتا ہے۔ گو نتائج کے اعتبار سے اِن عبادات کو بھی معاشرتی حسن کو دوبالا کرنے اور طبقاتی جنگ کے خاتمہ کا اہم سبب قرار دیا جاسکتا ہے۔

لفظ زکوٰۃ پاکیزگی اور بڑھنے کا معنیٰ دیتا ہے۔ بنا بریں زکوٰۃ کی ادائیگی سے زکوٰۃ دینے والے کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور اُس کا ظاہر و باطن پاک ہوجاتا ہے۔ اِسی طرح کسبِ حلال کے باوجود حصولِ مال کے سلسلے میں معمولی معمولی لغزشوں کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔ لہٰذا زکوٰۃ کی ادائیگی سے وہ خرابیاں دور ہوجاتی ہیں اور مال پاک اور صاف ہوجاتا ہے۔ یوں ہی زکوٰۃ دینے والے کے اعمالِ صالحہ میں اضافہ ہوتا ہے اور جس مال میں سے زکوٰۃ دی جاتی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اُس میں برکت ڈال کر یا مختلف قسم کے نقصانات سے محفوظ کر کے اُسے بڑھا دیتا ہے۔

یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے بظاہر مال کم ہورہا ہے لیکن اگر درخت کی مثال کو سامنے رکھا جائے تو کسی قسم کا ابہام باقی نہیں رہتا کہ جس درخت کی شاخیں تراشی جاتی ہیں بظاہر وہ چھوٹا ہوجاتا ہے لیکن شاخوں کا تراشنا درخت کے مزید پھیلنے کا باعث ہوتا ہے۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں:

''زکوٰۃ ادا کر کے اپنے مالوں کو مضبوط قلعوں میں محفوظ کرلو۔ اپنے بیماروں کا علاج صدقہ سے کرو اور مصیبت آنے پر دُعا و تضرع کے ساتھ مدد مانگو''۔

قرآن پاک میں متعدد مقامات پر زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم بیان ہوا ہے۔ وہ لوگ جو مال جمع کرتے رہتے ہیں۔ لیکن اُس میں سے غرباء و مساکین اور دیگر مستحقین کا حق نہیں دیتے اُنہیں سخت ترین عذاب کی خبر دی گئی ہے۔

اِرشاد باری تعالیٰ ہے: وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝ [1]

''اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اُسے راہِ الٰہی میں خرچ نہیں کرتے، اُنہیں دردناک عذاب کی خبر دیجئے جس دن اُسے جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا اور اُس سے اُن کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغا جائے گا (اور کہا جائے گا) یہ وہ مال ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا۔ پس اِسے جمع کرنے کے سبب عذاب چکھو''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهٗ مُثِّلَ لَهٗ مَالُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَهٗ زَبِيْبَتَانِ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَاْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ شِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا مَالُكَ اَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ [2]

---

[1] سورۃ التوبہ: ۳۴۔

''جس کو اللہ (تبارک وتعالیٰ) مال دے اور وہ اُس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن وہ مال گنجے سانپ کی صورت میں کر دیا جائے گا۔ اُس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے وہ سانپ اُس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا پھر وہ اُس کے جبڑوں کو پکڑے گا اور کہے گا۔ میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں''۔

درحقیقت زکوٰۃ دینے والا اُس شخص پر کوئی احسان نہیں کر رہا جسے وہ زکوٰۃ دیتا ہے بلکہ یہ اُس کا حق ادا کر رہا ہے۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے امراء اور متمول لوگوں کے مال میں غرباء اور محروم طبقے کا حصہ رکھا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:۔ ''اور اُن کے اموال میں مانگنے والوں اور محروم لوگوں کا حق ہے''۔

ایک حدیث پاک کی رُو سے زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے والی قوم قحط سالی اور بھوک میں مبتلا ہوتی ہے۔ اِس طرح بحر و بر میں فسادات کا ظہور بھی زکوٰۃ کی ادائیگی سے اغماض برتنے کا نتیجہ ہوتا ہے۔

یہاں یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ زکوٰۃ حلال مال سے دی جائے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: مَنْ تَصَدَّقَ بِعِدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّيِّبَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُهَا بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ يُرَبِّيْهَا لِصَاحِبِهَا كَمَا يُرَبِّيْ اَحَدُكُمْ فُلُوَّهٗ حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ [۳]

''جو شخص حلال کمائی میں سے کھجور کے برابر صدقہ دے اور اللہ (تبارک وتعالیٰ) حلال مال سے ہی صدقہ قبول فرماتا ہے۔ اور پھر اُسے اُس کے مالک کے لئے بڑھاتا ہے۔ جس طرح تم میں سے کوئی ایک اپنے بچھڑے کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے''۔

زکوٰۃ فرض ہے اِس کی فرضیت کا منکر، دائرۂ اسلام سے خارج اور فرض سمجھتے ہوئے نہ دینے والا فاسق اور تاخیر کرنے والا گنہگار اور مردود الشہادۃ ہے۔

زکوٰۃ تین قسم کے مال پر فرض ہوتی ہے۔

۱۔ سونا چاندی۔　　۲۔ مالِ تجارت۔

۳۔ اور چراگاہ میں چرنے والے جانور۔

وہ شخص جس کے پاس گھریلو ضروریات سے زائد مندرجہ بالا تین قسم کے اموال میں سے کوئی مال ہو اور وہ قرض دار بھی ہو نہ ہو تو صاحبِ نصاب ہونے کی صورت میں اُس پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔ علاوہ ازیں زکوٰۃ فرض ہونے کے لئے مالِ نصاب پر ایک سال گزرنا شرط ہے۔ سونے کا نصاب: ساڑھے سات تولے سونا ہے۔ جو مروجہ اوزان کے مطابق پچاس گرام بنتا ہے۔ چاندی: ساڑھے باون تولے جو مروجہ نظام کے مطابق ۵۹۵ گرام ہوتی ہے نصاب ہے۔ جانور اگر سال کا اکثر حصّہ چر کر گزارہ کرتے ہیں تو اُن پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اگر سال کا زیادہ حصّہ گھر پر چارہ دیا جائے تو اِس صورت میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ اونٹ پانچ سے کم ہوں۔ گائے، بھینس وغیرہ تیس سے کم ہوں اور بکریاں جب تک چالیس کی تعداد کو نہ پہنچیں اُن پر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔ اِن چیزوں کی بجائے کسی شخص کے پاس نقدی ہو تو چاندی کے نصاب سے اُس کی قیمت لگا کر زکوٰۃ کا حکم لگایا جائے گا مثلاً کسی آدمی کے پاس اتنی رقم ہے جو ساڑھے باون تولے یا اِس سے زائد کی قیمت بنتی ہے تو ایسے آدمی پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔ مالِ تجارت چاہے کسی قسم کا ہو مثلاً کپڑا، برتن، کتب، ادویات وغیرہ تو سال کے بعد جب حساب لگایا جائے دکان پر کتنی مالیت کا مال ہے۔ اُس سے کمایا ہوا نفع کتنا موجود ہے۔ دوسرے دکانداروں سے کیا لینا ہے۔ اُس تمام رقم کو

[۲] مشکوٰۃ حدیث نمبر ۱۷۷۴، مرقاۃ جلد ۴ ص ۲۳۲، بخاری حدیث نمبر ۱۴۰۳، جلد ۱ ص ۱۸۸، نسائی حدیث نمبر ۲۴۸۱، مسند احمد جلد ۲ ص ۳۵۵، السنن الکبریٰ للبیھقی جلد ۴ ص ۸۱، جلد ۲ ص ۷، الترغیب والترھیب جلد ۱ ص ۵۴۱، کنز العمال حدیث نمبر ۱۵۷۰۱، جلد ۶ ص ۳۰۴، نصب الرایۃ جلد ۴ ص ۴۰۸، شرح السنۃ جلد ۳ ص ۳۱۰، درمنثور جلد ۲ ص ۳۹۴ (ادارہ)۔ [۳] بخاری حدیث نمبر ۱۴۰۹، جلد ۱ ص ۱۸۹، مسند احمد جلد ۲ ص ۳۳۱، ۴۳۱، السنن الکبریٰ للبیھقی جلد ۴ ص ۱۹۰۔ ۱۷۷، الترغیب والترھیب جلد ۲ ص ۳، کنز العمال حدیث نمبر ۳۵۲، جلد ۶ ص ۳۵۲، درمنثور جلد ۲ ص ۱۰۶ (ادارہ)۔

جمع کر کے پھر دیکھا جائے کتنا قرض دینا ہے۔ اگر قرض زیادہ ہو تو زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔ اور یہ رقم زیادہ ہو اور ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے تو قرض کی رقم نکال کر باقی رقم سے چالیس فیصد کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائے۔

زیورات وغیرہ کے سلسلے میں یاد رکھنا چاہئے کہ اگر زیورات نصاب کو پہنچتے ہیں۔ مثلاً ساڑھے سات تولے سونے کے زیورات ہیں یا ساڑھے باون تولے چاندی کے زیورات موجود ہیں یا دونوں اِس مقدار سے تو کم ہیں لیکن دونوں کو ملا کر نصاب بن جاتا ہے۔ تو زکوٰۃ دینا ضروری ہوگا اور یہ خیال بھی قطعاً غلط ہے کہ اگر ایک سال گھریلو زیورات سے زکوٰۃ دے دی جائے تو آئندہ سال نہیں دینا ہوگی بلکہ جب تک مطلوبہ مقدار میں سونے چاندی کے زیورات یا کسی بھی صورت میں سونا چاندی ہو، زکوٰۃ فرض ہوگی۔

مالِ تجارت میں سے زکوٰۃ کی ادائیگی کے سلسلے میں نہایت کوتاہی سے کام لیا جاتا ہے جو عذابِ خداوندی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ لہٰذا اِس سلسلے میں کسی قسم کی کوتاہی روا نہ رکھی جائے۔

زکوٰۃ کی طرح عُشر بھی فرض ہے۔ زمین میں سے جو غلہ پیدا ہو اُس کا دسواں حصّہ مستحقین کو دینا ضروری ہے۔ چاہے پیداوار کم ہو یا زیادہ۔

زکوٰۃ کے مصارف درج ذیل قسم کے لوگ ہیں، ان میں سے کسی کو بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

(۱) فقیر یعنی وہ شخص جس کے پاس کچھ ہو، لیکن نصاب سے کم ہو۔ (۲) مسکین یعنی وہ شخص جس کے پاس کچھ نہ ہو بلکہ کھانے اور لباس تک کا محتاج ہو۔ (۳) عامل یعنی وہ شخص جس کو حکومت نے زکوٰۃ وعشر وصول کرنے پر مامور کیا اُسے کام کے لحاظ سے اتنا دیا جائے جو اُس کو اور اُس کے معاونین کی متوسط طریقے سے کفالت کرے۔ (۴) غارم یعنی وہ قرض دار کہ قرض کی ادائیگی کے بعد اُس کے پاس نصاب جتنا مال باقی نہ رہے۔

(۵) فی سبیل اللہ یعنی راہِ خدا میں خرچ کرنا۔ اِس کی چند صورتیں ہیں مثلاً کوئی شخص محتاج ہے علمِ دین حاصل کرتا ہے یا جہاد کے لئے اُسے زادِ راہ اور سواری کی ضرورت ہے۔ (۶) ابن السبیل یعنی وہ مسافر جس کے پاس دورانِ سفر کچھ نہ رہا۔ اگر چہ گھر میں وہ مالدار ہی کیوں نہ ہو۔

زکوٰۃ اپنی اصل یعنی ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ یا اپنی اولاد بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، نواسی وغیرہ کو دینا جائز نہیں۔ اِس طرح مالدار یا اُس کی اولاد کو اور بنو ہاشم کو بھی زکوٰۃ کا مال نہیں دیا جاسکتا۔

زکوٰۃ ادا کرتے وقت دیکھنا چاہئے۔ اگر اپنے رشتہ دار یا اپنے گاؤں وغیرہ کے لوگ زیادہ مستحق ہوں تو انہیں مقدم رکھا جائے۔ کیونکہ اِس میں زکوٰۃ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ صلہ رحمی بھی ہے جس کی اِسلام میں بہت زیادہ تاکید ہے۔

دعوت خیر

تمام برادرانِ طریقت اور محبین ومتوسلین انجمن اشاعت دین اسلام (رجسٹرڈ) لاہور اور نگینہ سوشل ویلفیئر سوسائٹی (رجسٹرڈ) لاہور کے خدمتِ خلق اور اشاعتِ دین اور غرباء ومساکین اور بیماروں و ناداروں کی معاونت کے مشن میں بھرپور شرکت فرمائیں اور ڈھیروں زکوٰۃ اور عشر کی رقم جمع کروائیں۔ آپ کے اداروں کی ترقی آپ کی ترقی ہے۔ دین ودنیا میں کامیابی اور سرخروئی ہے۔ آیئے قدم بڑھایئے اور بھرپور حصّہ لیجئے۔

الداعی الی الخیر بندہ ناچیز منیر احمد یوسفی (ایم۔اے)

بانی وسرپرست اعلیٰ: انجمن اشاعت دین اسلام (رجسٹرڈ) لاہور

اکاؤنٹ نمبر 3-1460 یو۔بی۔ایل شاد باغ لاہور

نگینہ سوشل ویلفیئر سوسائٹی (رجسٹرڈ) لاہور

اکاؤنٹ نمبر 2-3184 یو۔بی۔ایل کاچھو پورہ لاہور

پتا: جامع مسجد نگینہ 977-A بلاک بی III ' گجر پورہ سکیم لاہور

6846677,6823128,0300-4274936

تعلیم شریعت وطریقت

بحوالہ

کشف المحجوب

(ادارہ)

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ عنہ کا خواب:

حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں ملک شام میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ مؤذنِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کے پاس سو رہا تھا۔ میں نے خواب میں اپنے آپ کو مکہ مکرمہ میں دیکھا اور یہ دیکھا کہ حضور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم باب بنی شیبہ سے اندر تشریف لائے اور ایک بوڑھے شخص کو اس طرح بغل میں لیا ہوا ہے جس طرح بچوں کو شفقت سے بغل میں لیتے ہیں۔ میں فرطِ محبت سے دوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک کو بوسہ دیا اور تعجب سے سوچ رہا تھا کہ یہ بزرگ کون ہیں جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُٹھا رکھا ہے؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (بطورِ معجزہ) میرے دِلی اندیشہ پر اطلاع پا کر فرمایا۔ ''یہ شخص تمہارا اور تمہارے ملک والوں کا امام (یعنی امام) ابوحنیفہ (رضی اللہ عنہ) ہے''۔ مجھے اور میرے شہر والوں کو اس خواب سے بڑی بھاری امید ہوئی۔ اور مجھ پر اس خواب سے یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فنافی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو لے جانے والے سرکارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک پر ہیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاء نہیں ہو سکتی تو جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قائم ہے اُس سے بھی خطاء سرزد نہیں ہو سکتی ہے یعنی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معصوم عن الخطاء ہیں تو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بھی محفوظ عن الخطاء ہیں۔

سوال: مقام علم کیا ہے؟

جواب: حضرت داتا صاحب رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں جب حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے علم حاصل کیا اور اپنے زمانے کے سردار اور مقتداء بن گئے تو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو کر عرض کیا: کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے؟۔ تو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **عَلَیْکَ بِالْعَمَلِ فَاِنَّ الْعِلْمَ بِلَا عَمَلٍ کَالْجَسَدِ بِلَا رُوْحٍ** ''تجھ پر عمل کرنا واجب ہے کیونکہ علم بلا عمل ایسا ہی ہے جیسا کہ جسم بلا روح''۔

سوال: عالم کون ہوتا ہے؟

جواب: جو شخص محض علم پر قناعت کرے وہ عالم نہیں ہوتا کیونکہ عالم کو محض علم پر قناعت نہیں ہونی چاہیئے۔ اِس لئے کہ علم عمل کا متقاضی ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہدایت مجاہدہ کا تقاضا کرتی ہے اور جس طرح مشاہدہ بے مجاہدہ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح علم بغیر عمل کے بے فائدہ ہے۔ دراصل علم عمل کا اصل اور عمل علم کا نتیجہ ہے اور علم کی کشائش اور اُس کا نفع عمل ہی کی برکات سے ہوتا ہے۔ جس طرح آفتاب کی روشنی کو عینِ آفتاب سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ ٹھیک اِسی طرح علم، عمل سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔

سوال: کیا سچی توبہ سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! سچی توبہ سے نہ صرف گناہ معاف ہو جاتے ہیں بلکہ ربِّ ذوالجلال اپنی رحمت سے پچھلے گناہوں کو بھی نیکیوں میں تبدیل فرما دیتا ہے۔ اور بعض ایسے خوش بخت لوگ ہوتے ہیں جو سچی توبہ کے بعد اتنے متقی اور پرہیز گار ہو جاتے ہیں کہ مقامِ ولایت پر فائز ہو جاتے ہیں۔ اُن میں سے ایک حضرت عبداللہ بن مبارک قدس سرہ العزیز بھی ہیں۔ ایک دفعہ آپ کی والدہ نے دیکھا کہ آپ ایک باغ میں سو رہے ہیں اور ایک بہت بڑا سانپ نازبو کی ٹہنی منہ میں لئے ہوئے آپ پر سے مکھیاں ہٹا رہا ہے۔

سوال: جب انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے تو پھر اُس کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟

جواب: جب کسی انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے تو اُسے خوفِ الٰہی حاصل ہو جاتا ہے اور وہ اپنے خالق

وہ مالک کی نافرمانی ترک کر دیتا ہے۔

سوال: اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف راستہ کس طرح حاصل ہوتا ہے؟

جواب: جب انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے تو اُسے اللہ جل جلالہ کی طرف راستہ حاصل ہو جاتا ہے۔

سوال: اللہ عزّ وجَل کی معرفت کا کیا تقاضا ہے؟

جواب: اللہ عزّ وجَل کی معرفت کا تقاضا خوفِ الٰہی ہے۔ بے خوف شخص کو اللہ عزّ وجَل کی معرفت حاصل نہیں ہوتی۔

سوال: جب اِنسان اللہ تبارک وتعالیٰ کی معرفت حاصل کر لیتا ہے تو اُس کے کیا اثرات پیدا ہوتے ہیں؟

جواب: جس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کو پہچان لیا جیسا کہ اُس کو پہچاننے کا حق ہے تو وہ اپنی پوری طاقت سے اُس کی عبادت کرتا ہے کیونکہ جو پہنچا تا ہے وہ اُس کے احسان وانعام سے پہچانتا ہے اور اُس کی مہربانی اور رحمت سے پہچانتا ہے اور جب پہچان لیتا ہے تو اُس کو دوست بنالیتا ہے۔ تو جہاں تک ہو سکے اُس کی بندگی کرتا ہے کیونکہ دوستوں کا فرمان دشوار معلوم نہیں ہوتا۔ پس جس کو دوستی زیادہ ہوتی ہے اُس کی عبادت پر حرص بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اور زیادہ محبت معرفت کے ذریعہ ہی سے ہوتی ہے۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ کی طرف سے معرفت کے نتائج وثمرات بیان کرنے کے بعد ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت نقل فرماتے ہیں۔

روایت مبارکہ:

ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے اور میرے حجرہ مبارکہ سے باہر تشریف لے گئے، میں نے خیال کیا شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی دوسری زوجہ مبارکہ کے حجرہ مقدسہ میں تشریف لے گئے ہیں لیکن جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کے لئے نکلی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد نبوی شریف میں پایا۔ دیکھا کہ آپ نماز میں کھڑے رو رہے ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آکر صبح کی اذان پکاری۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز ادا کر چکے تو حجرہ مبارک میں تشریف لائے۔ میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں پاؤں مبارک سوجھے ہوئے ہیں اور انگلیوں مبارک کے سرے پھٹے ہوئے ہیں اور زرد پانی اُن میں جاری ہے۔ میں نے رو کر عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) آپ اپنے اوپر اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں، چھوڑ دیئے۔ یہ کام تو وہ شخص کرے جو اپنی عاقبت سے امن میں نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ایسا ہے تو **اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا**؟ تو کیا میں اُس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟۔ جب اُس نے فضل وکرم فرما کر مجھے بخشش وعنایات کی خوشخبری دے دی ہے۔ تو کیا مجھے اُس کی بندگی نہیں کرنی چاہئے اور شکر کر کے اُس نعمت کا استقبال نہیں کرنا چاہئے۔

سوال: دوست سے محبت کا کیا تقاضا ہے؟

جواب: دوست سے محبت موافقت کا تقاضا کرتی ہے۔ اعتراض کی نفی کرتی ہے۔ اسی لئے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ربّ کائنات عزّ وجَل نے معراج کی شب پچاس نمازوں کا تحفہ عطا فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے گراں نہ سمجھا اور پچاس نمازیں لے کر واپس آئے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گذارش پر ربّ ذوالجلال والاکرام کے حضور نمازوں کی کمی کے لئے بار بار حاضر ہوتے رہے۔ بالآخر پانچ نمازوں کا حکم لے کر واپس تشریف لائے۔ اِس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت مبارکہ میں فرمانِ الٰہی کی موافقت کے سوا کوئی چیز نہ تھی۔

حکمران اور صوفیاء کرام کشف المحجوب سے خصوصی تذکرہ ملاحظہ فرمائیں:۔

خلیفہ ہارون الرشید کی اولیاء اللہ سے ملاقات:

فضل بن ربیع نے روایت کی کہ میں خلیفہ ہارون رشید

کے ہمراہ مکہ مکرمہ گیا جب ہم حج کر چکے تو خلیفہ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا اولیاء اللہ میں سے کوئی یہاں موجود ہیں تا کہ ہم اُن کی زیارت کریں؟ میں نے کہا ہاں! کیوں نہیں! حضرت عبدالرزاق صنعانی رحمہ اللہ تعالیٰ یہاں موجود ہیں۔ خلیفہ نے فرمایا مجھے اُن کے پاس لے چلو۔ چنانچہ ہم اُن کے پاس گئے۔ اور کچھ دیر تک اُن سے گفتگو کرتے رہے۔ جب ہم نے واپسی کا قصد کیا۔ تو خلیفہ نے اشارہ کیا کہ اِن سے پوچھو کہ کیا اِن پر کچھ قرضہ ہے؟ میں نے اُن سے پوچھا تو اُنہوں نے کہا! ہاں ہے' خلیفہ نے کہا اِن کا قرضہ ادا کر دینا اور وہاں سے نکل کر کہا۔ اے فضل! میرا دل چاہتا ہے کہ اِن سے زیادہ بزرگ آدمی کو دیکھوں۔ میں نے کہا حضرت سفیان بن عینیہ رضی اللہ عنہ بھی یہاں موجود ہیں۔ تو آپ نے فرمایا چلو اُن کے پاس چلیں۔ ہم اُن کے پاس گئے اور کچھ دیر تک باتیں کرتے رہے۔ جب ہم نے واپس ہونے کا ارادہ کیا۔ تو خلیفہ نے مجھے اشارہ کیا کہ اِن سے اِن کے قرضہ کے بارے میں پوچھوں۔ میں نے اُن سے پوچھا تو انہوں نے کہا۔ ہاں میرے ذمہ قرضہ ہے۔ خلیفہ نے حکم دیا تو اُن کا قرضہ ادا کر دیا اور وہاں سے باہر نکل کر فرمایا: اے فضل ابھی تک میرا مقصود حاصل نہیں ہوا۔ میں نے کہا مجھے یاد آ گیا کہ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ بھی یہاں موجود ہیں۔ چنانچہ میں خلیفہ کو اُن کے پاس لے گیا آپ اُس وقت جھروکہ میں بیٹھے قرآنِ مجید پڑھ رہے تھے ہم نے دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ نے پوچھا کون ہے؟ میں نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہمیں امیر المؤمنین سے کیا کام ہے میں نے کہا سُبْحَانَ اللّٰهِ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ لَیْسَ لِلْعَبْدِ اَنْ یُذِلَّ نَفْسَهُ فِیْ طَاعَةِ اللّٰهِ ''بندہ کو جائز نہیں کہ اللہ (تبارک وتعالیٰ) کی اطاعت میں اپنے نفس کو ذلیل کرے''۔ قَالَ بَلٰی اَمَّا الرِّضَاءُ عِزٌّ دَائِمٌ عِنْدَ اَهْلِهٖ ''آپ نے فرمایا: ہاں کیوں نہیں لیکن راضی بقضاء اہل رضا کے نزدیک رضا ہمیشہ کی عزت ہے'' تو اُسے میری ذلت سمجھتا ہے لیکن میں حکم الٰہی پر راضی ہونے کی وجہ سے اِس کو اپنی عزت سمجھتا ہوں۔ اِس کے بعد نیچے اُتر آئے اور دروازہ کھولا اور چراغ گل کر دیا۔ اور ایک کونہ میں کھڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ خلیفہ ہارون رشید آپ کو مکان کے اندر تلاش کرنے لگے۔ یہاں تک کہ خلیفہ کا ہاتھ آپ سے ٹکرایا تو آپ نے فرمایا: کاش وہ ہاتھ جس سے زیادہ نرم میں نے کوئی ہاتھ نہیں دیکھا۔ اگر وہ عذاب الٰہی سے چھوٹ جائے تو کیا ہی اچھا ہو۔ یہ سن کر خلیفہ ہارون الرشید رونے لگے اور اتنا روئے کہ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا: اے فضیل مجھے کوئی نصیحت کیجئے آپ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین! آپ کے دادا رسول اللہ ﷺ کے چچا تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے ایک قوم پر امیر بنا دیجئے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے آپ کے نفس کو آپ کے جسم پر امیر کر دیا۔ یعنی آپ کا ایک سانس عبادت الٰہی میں اِس سے بہتر ہے کہ خلقت آپ کی فرمانبرداری کرے لِاَنَّ الْاِمَارَةَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ النَّدَامَةُ'' کیونکہ امارت قیامت کے روز شرمندگی کا باعث ہوگی'' خلیفہ ہارون الرشید نے کہا کچھ اور نصیحت کیجئے۔ تو آپ نے فرمایا جب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کو لوگوں نے خلافت پر مقرر کیا۔ تو اُنہوں نے سالم بن عبداللہ اور رجا بن حیات اور محمد بن کعب القرظی رضی اللہ عنہم کو بلا کر فرمایا۔ کہ میں اِن مصائب میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ اِس سے نجات پانے کیلئے کیا تدبیر ہو سکتی ہے؟ کیونکہ میں تو اِس خلافت کو اپنے لئے ایک بڑی مصیبت سمجھتا ہوں۔ اگرچہ لوگ اِسے نعمت سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اُن میں سے ایک نے کہا اگر آپ قیامت کے روز عذابِ الٰہی سے نجات چاہتے ہیں۔ تو بوڑھے مسلمانوں کو اپنے باپ کی طرح اور اُن کے جوانوں کو بھائیوں کی طرح اور اُن کے لڑکوں کو اپنے بیٹوں کی طرح جانئے۔ پھر اُن سے ایسا برتاؤ کیجئے جیسا کہ گھر میں اپنے باپ بھائی اور بیٹے سے کیا کرتے ہیں۔ یہ سارا اِسلامی ملک آپ کا گھر اور اُس کے رہنے والے آپ کے اہل وعیال ہیں۔ زُرْ اَبَاكَ

وَاَکْرِمْ اَخَاکَ وَاَحْسِنْ عَلٰی وَلَدِکَ'' اپنے باپ کی زیارت (خدمت) کر اور اپنے بھائی کی عزت اور اپنے بیٹے سے بھلائی کر'' اُس کے بعد حضرت فضیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین! میں ڈرتا ہوں کہ مبادا آپ کا یہ خوبصورت چہرہ آتشِ دوزخ میں گرفتار ہو جائے۔ اس لئے آپ خدا سے ڈریئے۔ اور اُس کا حق بہتر طور پر ادا کیجئے۔ اُس کے بعد ہارون رشید نے کہا کیا آپ پر کچھ قرضہ ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں خدا تعالیٰ کا قرض میری گردن پر ہے اور وہ اُس کی بندگی ہے۔ اگر وہ مجھے اِس کی بابت پکڑے تو مجھ پر افسوس ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ لوگوں کا قرض پوچھتا ہوں آپ نے جواب دیا کہ اللہ عزّ وجَلّ کی حمد اور اُس کا شکر ہے کہ اُس کی بہت نعمتیں مل رہی ہیں اور مجھے اُس کی ذات سے کوئی شکوہ نہیں جس میں اُس کے بندوں سے کچھ مدد مانگوں۔ خلیفہ نے ایک ہزار دینار نکالے۔ اور آپ کے سامنے رکھ کر کہا کہ اپنے کسی مصرف میں صرف کیجئے۔ حضرت فضیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین! تو پھر میری یہ سب نصیحتیں آپ کے لئے کچھ بھی سودمند نہ ہوئیں اور یہیں آپ نے بے انصافی کو شروع کر دیا۔ خلیفہ نے پوچھا کہ میں نے کیا نا انصافی کی۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو آپ کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور آپ مجھے بلا میں ڈالتے ہیں یہ بے انصافی نہیں تو کیا ہے؟ یہ سن کر ہارون رشید اور فضل دونوں آپ کے پاس سے روتے ہوئے نکلے۔ ہارون رشید نے کہا اے فضل بن ربیع! بادشاہ درحقیقت فضیل ہے اور اِس کی دلیل یہ ہے کہ آپ دنیا اور اہلِ دنیا سے اعراض کرتے ہیں۔ دنیا کے زیب و زینت کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور دنیا داروں کی محض دنیا کی وجہ سے کوئی خاطر تواضع نہیں کرتے اور آپ کی مناقب اِس سے کہیں زیادہ ہیں کہ تحریر میں آسکیں۔

واللہ اعلم بالصواب

☆☆

☆

(صفحہ نمبر ۱۵ کا بقیہ)

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اُسی دن سے آپ کا لقب ''صدیق'' ہوا۔

گذشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تمثیلیں اکثر آپ ﷺ کو دکھائی گئی ہیں اور معراج شریف اور عالم رویاء کے علاوہ بیداری کے عالم میں بھی یہ مشاہدے ہوئے ہیں۔

حضرت موسیٰ اور حضرت یونس علیہما السلام کو بیداری کے عالم میں دیکھنا:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں، آپ ﷺ ''وادی ازرق'' میں گذرے تو پوچھا یہ کون سی وادی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: ''وادی ازرق'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: **كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی مُوْسٰی علیہ السلام هَابِطًا مِّنَ الثَّنِیَّةِ وَلَهٗ جُوَارٌ اِلَى اللّٰهِ بِالتَّلْبِيَةِ ثُمَّ اَتٰى عَلٰى ثَنِيَّةِ هَرْشَا فَقَالَ اَیُّ ثَنِیَّةٍ هٰذِهٖ قَالُوْا ثَنِیَّةُ هَرْشَا قَالَ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ يُوْنُسَ بْنَ مَتّٰى عَلٰى نَاقَةٍ حَمْرَآءَ جَعْدَةٍ عَلَيْهِ جُبَّةٌ مِّنْ صُوْفٍ خِطَامُ نَاقَةٍ خُلْبَةٌ وَهُوَ يُلَبِّيْ قَالَ ابْنُ حَنْبَلٍ فِيْ حَدِيْثِهٖ قَالَ هُشَيْمٌ يَعْنِيْ لِيْفًا** [۱۶] ''گویا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں وہ چوٹی سے اتر رہے ہیں اور آواز سے لبیک پکار رہے ہیں۔ پھر آپ ﷺ ''ہرشا'' کی چوٹی پر آئے آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کون سے چوٹی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: یہ ''ہرشا'' کی چوٹی ہے آپ ﷺ نے فرمایا: گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں، حضرت یونس علیہ السلام بن متی کو وہ ایک سرخ اونٹنی گھٹی ہوئی پر سوار ہیں اور بالوں کا ایک جبہ (شریف) پہنے ہوئے ہیں۔ اُن کی اونٹنی کی نکیل خلبہ کی ہے اور وہ ''لبیک'' کہہ رہے ہیں حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حدیث شریف میں فرماتے ہیں کہ ھشیم نے کہا خلبہ سے مراد لیف ہے۔ یعنی کھجور کے درخت کی چھالی۔

---

[۱۶] مسلم جلد ۱ ص ۹۴، مشکوٰۃ حدیث نمبر ۵۷۱۷، مرقاۃ جلد ۱۰ ص ۳۹۴، ابن ماجہ حدیث نمبر ۲۸۹۱، مسند احمد جلد ۱ ص ۲۱۵۔

بخاری شریف پڑھیے

بحوالہ

تیسیر الباری

(ادارہ)

خبرِ غیب باب الرّیّان علم غیب:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **فِی الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ اَبْوَابٍ فِيهَا بَابٌ يُسَمَّى الرَّيَّانُ لَا يَدْخُلُهُ اِلَّا الصَّآئِمُوْنَ وَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الْجَنَّةِ** [۱] ''جنت میں آٹھ دروازے ہیں۔ اُن میں سے ایک دروازے کا نام ہے ''ریّان''۔ اِس میں وہی لوگ جائیں گے جو روزہ رکھتے ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی چیز کا جوڑا جوڑا اللہ (تبارک وتعالیٰ) کی راہ میں خرچ کرے گا۔ اُس کو بہشت کے دروازے سے بلایا جائے گا''۔

جنت کے مختلف آٹھ دروازے ہیں:-

(۱) باب الصلوٰة (۲) باب الحج (۳) باب الصدقہ (۴) باب زکوٰة (۵) باب العمرة (۶) باب الجہاد (۷) باب التوبہ اور (۸) باب الرحمۃ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن دروازوں کو نگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشاہدہ فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدے کا تسلیم کرنا عینِ ''ایمان'' ہے۔ اگر کوئی کہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں وہ بے علم مرض جہالت میں مبتلا ہے اور نور علم سے محروم ہے۔ ہمیں اِن باتوں کا علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے یہ تمام حالات و واقعات علوم غیبیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ جن کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم بھی ہے اور مشاہدہ بھی۔

امر بالمعروف اور دوزخی کا حال:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: **يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقَى النَّارَ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُهُ فِی النَّارِ فَيَدُوْرُ كَمَا يَدُوْرُ الْحِمَارُ بِرَحَاهُ فَيَجْتَمِعُ اَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُوْنَ: اَیْ فُلَانُ مَا شَأْنُكَ؟ اَلَيْسَ كُنْتَ يَامُرُنَا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهٰی عَنِ الْمُنْكَرِ؟ قَالَ: كُنْتُ آمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا آتِيْهِ وَاَنْهٰكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاٰتِيْهِ** [۲] ''قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور اُس کو دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ دوزخ میں اُس کی ساری انتڑیاں نکل پڑیں گی اور اُن کے اِرد گرد ایسے چکر کاٹے گا جیسے گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے۔ اُس پر دوزخی جمع ہو جائیں گے۔ اور کہیں گے، اے فلاں! تیرا یہ حال کیوں ہے؟۔ تو تو (دنیا میں) ہمیں اچھی باتوں کا حکم دیتا تھا اور بُری باتوں سے منع کرتا تھا۔ وہ کہے گا بے شک میں تمہیں اچھی بات کا حکم کرتا تھا مگر خود (عمل) نہ کرتا تھا اور تم کو بُری باتوں سے منع کرتا تھا اور خود بُری بات (اور بُرے کام) کرتا تھا''۔

یہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترک کرنے والے کی مثال اور حقیقت حال اور انجام بیان کیا گیا ہے اور قیامت کے دن ایسے شخص کے ساتھ ہونے والے سلوک کو بیان کیا گیا ہے۔ اِس بیان پر اعتقاد کرنا عین ''ایمان'' ہے اگر اِسے نہ مانیں گے تو عین ''بے ایمانی'' ہے۔

نارِ دوزخ بھی غیب ہے، اُس کا علم، علم غیب ہے:

نارِ دوزخ، جنت کی طرح ایک حقیقت ہے، جس کا اقرار عینِ ''ایمان'' ہے اور جس کا انکار عین ''بے ایمانی'' ہے۔ نارِ

---

[۱] بخاری جلد۱ ص ۲۶۱، تیسیر الباری جلد۲ ص ۳۶۸، تفہیم البخاری جلد۵ ص۷۰، شرح السنۃ جلد۳ ص۴۴۹، مسلم حدیث نمبر۱۱۵۲، مشکوٰۃ حدیث نمبر۱۹۵۷، ابن ماجہ حدیث نمبر۱۶۴۰، کنز العمال حدیث نمبر۲۳۵۸۰، المعجم الکبیر للطبرانی جلد۸ ص۱۸۰، مرقاۃ جلد۴ ص ۳۸۷۔ [۲] بخاری جلد۱ ص۴۶۲، تیسیر الباری جلد۴ ص۳۷۳، تفہیم البخاری جلد۵ ص۷۹، مسند احمد جلد۵ ص۲۰۵، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد۱۰ ص۹۵، الترغیب والترہیب جلد۱ ص۱۲۴، کنز العمال حدیث نمبر۲۹۰۲۳، درمنثور جلد۱ ص۶۵

دوزخ کیا ہے؟ اِس کا علم اللہ تبارک وتعالیٰ کے دیئے سے نبی کریم ﷺ کو ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی آنکھوں سے دوزخ اور نارِ دوزخ کو ملاحظہ فرمایا ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا:۔ **نَارُكُمْ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ قِيلَ يَارَسُولَ اللّٰهِ اِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً قَالَ فُضِّلَتْ عَلَيْهِنَّ بِتِسْعَةٍ وَّسِتِّيْنَ جُزْءًا كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا** [۳] ''تمہاری (دنیا کی) آگ، دوزخ کی آگ کے ستر حصّوں میں سے ایک حصّہ (گرم) ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) دنیا ہی کی آگ جلانے کے لئے کافی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دوزخ کی آگ اس سے انہتر حصّہ زیادہ کردی گئی ہے۔ اُن میں سے ہر حصّہ میں اتنی ہی گرمی ہے''۔

مسلم کی روایت میں ہے کہ تمہاری آگ کی حرارت دوزخ کی آگ کے ستر حصّوں میں سے ایک حصّہ ہے۔ ابن ماجہ میں مرفوع روایت ہے کہ تمہاری یہ آگ دوزخ کی آگ سے ستر حصّوں میں سے ایک حصّہ ہے۔ اگر یہ پانی سے بار بار بجھائی جاتی تو تم اُس سے نفع حاصل نہ کرسکتے اور یہ آگ اللہ (تبارک وتعالیٰ) سے دُعا کرتی ہے کہ اِسے دوبارہ دوزخ میں داخل نہ کیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اِس آگ کو سمندر میں دس بار ڈالا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دنیا کی آگ کے متعلق پوچھا گیا کہ آگ کس شے سے پیدا کی گئی ہے تو انہوں نے جواب دیا یہ دوزخ کی آگ سے پیدا کی گئی ہے اور اِس کو سمندر کے پانی سے ستر بار دھویا گیا ہے۔ وگرنہ لوگ اِس کے قریب جانے پر قادر نہ ہوتے کیونکہ یہ دوزخ کا حصّہ ہے دنیا کی آگ دوزخ کی آگ کا سترھواں حصّہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ساری دنیا کی آگ جسے لوگ جلاتے ہیں، کو جمع کیا جائے تو یہ دوزخ کی آگ کا ایک حصّہ ہوتی ہے اور دوزخ کی آگ اِس آگ سے ستر گنا زیادہ گرم ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ نے محمد بن منذر سے روایت کی کہ انہوں نے کہا جب آگ کو پیدا کیا گیا تو تمام فرشتے گھبرا گئے اور اُن کے دل خائف ہوئے۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اُن کو کچھ سکون ہوا اور میمون بن مہران نے کہا جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے دوزخ کی آگ کو پیدا فرمایا تو اُس کو حکم فرمایا کہ سانس لے تو اُس نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم سے ایک بار سانس لیا تو ساتوں آسمانوں کے فرشتے منہ کے بل گر گئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن سے فرمایا اپنے سر اٹھاؤ کیا تم کو معلوم نہیں کہ میں نے تم کو طاعت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور اِس کو نافرمانوں کے لئے پیدا کیا ہے۔ فرشتوں نے عرض کیا، اے پروردگارِ عالم ہمیں اس میں جلنے والے دکھا، پھر ہمیں سکون ہوگا اور ہمارے دل مطمئن ہوں گے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:۔ **هُمْ مِنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُوْنَ** ''وہ اپنے رب سے خوف میں، ڈرتے ہیں''۔

حضرت صفوان بن یعلی نے اپنے والد سے روایت کی انہوں نے نبی کریم ﷺ کو منبر شریف پر یہ تلاوت کرتے سنا: **وَنَادَوْا يَامَالِكُ** ''دوزخی آوازیں دیں گے یا مالک''[۴]

''مالک'' دوزخ کے خازن ہیں۔ سپرنٹنڈنٹ، جو دوزخ پر مامور ہیں۔ دوزخی اُن کو ندا دیں گے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے ہماری خلاصی کی درخواست کریں تو وہ ایک ہزار سال کے بعد اُن کو جواب دیں گے۔ مت بکواس کرو تم دوزخ میں ہمیشہ رہو گے اُس وقت وہ بلند آوزوں سے رونے لگیں گے جیسے گدھا بلند آواز نکالتا ہے۔

سورج کیسے نکلتا ہے؟

حضرت ہشام بن عروہ سے روایت ہے وہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں۔ وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا: **اِذَا طَلَعَ**

[۳] بخاری جلد۱ص ۴۶۲، مسلم حدیث نمبر ۲۸۴۳، دارمی جلد۲ص ۴۳۸، حدیث نمبر ۲۸۴۸، مستدرک حاکم جلد۴ حدیث نمبر ۵۹۳، ترمذی حدیث نمبر ۲۵۸۹، مشکوٰۃ حدیث نمبر ۵۶۶۵، ابن ماجہ حدیث نمبر ۴۳۸۱، مرقاۃ جلد۱۰ص ۳۳۶، مسند احمد جلد۲ص ۳۱۳، تفہیم البخاری ۷۸۔ [۴] تفہیم البخاری ۷۹، تیسیر الباری جلد۴ص ۳۷۳، بخاری جلد۱ص ۴۶۲۔

www.seedharastah.com

حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوا الصَّلَاةَ حَتّٰی تَغِیْبَ، وَلَا تَحَیَّنُوْا بِصَلَاتِکُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا فَاِنَّهَا تَطْلُعُ بَیْنَ قَرْنَیْ شَیْطَانٍ اَوِالشَّیْطَانِ لَا اَدْرِیْ اَیَّ ذٰلِکَ قَالَ هِشَامٌ [۵] ''جب سورج کا اوپر والا کنارہ نکل آئے تو نماز نہ پڑھو حتیٰ کہ سورج چمکنے لگے اور جب سورج کا اوپر والا کنارہ ڈوب جائے تو نماز چھوڑ دو حتیٰ کہ وہ پورا غائب ہو جائے اور سورج کے طلوع وغروب کے وقت نماز نہ پڑھو کیونکہ وہ شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔ راوی کہتا ہے میں نہیں جانتا ہشام نے شیطان کا سر کہا یا شیطانوں کا''۔ سورج کیسے نکلتا ہے اُس کو نکلتے ہوئے دیکھنا اور شیطان کے سینگوں کو دیکھنا اور سورج کو شیطان کے سینگوں کے درمیان نکلتا ہوا دیکھنا یہ شانِ مصطفیٰ کریم ﷺ ہے۔

شیطان کا بھاگنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **اِذَا نُوْدِیَ بِالصَّلٰوۃِ اَدْبَرَ الشَّیْطَانُ وَلَهٗ ضُرَاطٌ فَاِذَا قُضِیَ اَقْبَلَ فَاِذَا ثُوِّبَ بِهَا اَدْبَرَ فَاِذَا قُضِیَ اَقْبَلَ حَتّٰی یَخْطُرَ بَیْنَ الْاِنْسَانِ وَقَلْبِهٖ فَیَقُوْلُ اُذْکُرْ کَذَا وَکَذَا حَتّٰی لَا یَدْرِیْ اَثَلٰثًا صَلّٰی اَمْ اَرْبَعًا فَاِذَا لَمْ یَدْرِ ثَلٰثًا صَلّٰی اَوْ اَرْبَعًا سَجَدَ سَجْدَتَیِ السَّهْوِ** [۶] ''جب نماز کے لئے اذان کہی جائے تو شیطان گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے۔ (یعنی آواز کے ساتھ اُس کی ہوا خارج ہوتی ہے) جب اذان مکمل ہو جاتی ہے تو آ جاتا پھر جب تکبیر کہی جائے تو بھاگ جاتا ہے اور جب اقامت پوری ہو جائے تو پھر آ جاتا ہے تو اِنسان کے دل میں (گھس کر) وسوسے اور غلط خیالات ڈالنے لگتا ہے اور کہتا ہے فلاں شے یاد کرو فلاں شے یاد کرو یہاں تک کہ (نمازی) نہیں جانتا کہ اُس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار اور جب (نمازی) کو پتا نہ چلے کہ اُس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو سہو کے دو سجدے کر لے''۔

اس حدیث شریف سے اذان کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے چونکہ اِس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی وحدانیت والوہیت اور نبی کریم ﷺ کی رسالت کی گواہی ہے اور اذان نماز اور فلاح کی پکار ہے اِس لئے شیطان کو اس سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اور اِسی لئے شیطان اذان سن کر بھاگتا ہے۔ شیطان سے مراد ابلیس لعین ہے۔ میت کو قبر میں داخل کرنے کے بعد اذان پکارنا مباح اور مستحسن ہے تاکہ میت برزخ کے عالم میں جاتے ہی توحید ورسالت کی گواہ بن جائے۔ جب کہ سب کا اتفاق ہے کہ اُس وقت میت کلام سنتی ہے حتیٰ کہ واپس جانے والوں کے قدموں کی آواز بھی سنتی ہے۔ اُس وقت جب اذان دی جائے گی تو یقیناً سنے گی اور قیامت میں گواہ بنے گی نیز اِس اذان پر حدیث شریف میں ممانعت بھی نہیں۔

شیطان پر دسترس اور غلبہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے ایک نماز پڑھی اور فرمایا: **اِنَّ الشَّیْطَانَ عَرَضَ لِیْ فَشَدَّ عَلَیَّ یَقْطَعُ الصَّلٰوۃَ عَلَیَّ فَاَمْکَنَنِیَ اللّٰهُ مِنْهُ** [۷] ''شیطان میرے سامنے آ گیا مجھ پر اُس نے پورا زور لگایا کہ میری نماز قطع کرے مگر اللہ (تبارک وتعالیٰ) نے مجھے اُس پر قدرت عطا فرمائی اور مجھے اُس پر غالب کر دیا''۔

جنات اور شیاطین کے اجسام لطیف ہیں عام انسان نہیں دیکھ سکتا اِسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے وہ تم کو دیکھتا ہے اُس کا قبیلہ تم کو دیکھتا ہے تم اُن کو نہیں دیکھتے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے خصائص میں یہ بات شامل ہے۔ آپ کا اعجاز ہے کہ

(بقیہ صفحہ نمبر ۲۹ کالم نمبر ۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

[۵] بخاری جلد ۱ ص ۴۶۳، تیسیر الباری جلد ۴ ص ۳۷۸، تفہیم البخاری جلد ۵ ص ۸۶، مسند احمد جلد ۲ ص ۱۹، مشکوٰۃ حدیث نمبر ۱۰۳۹، مرقاۃ جلد ۳ ص ۱۱۱، مسلم حدیث نمبر ۸۲۸، نسائی حدیث نمبر ۵۷۰۔ [۶] بخاری جلد ۱ ص ۴۶۴، تیسیر الباری جلد ۴ ص ۳۸۴، تفہیم البخاری جلد ۵ ص ۹۳، مسند احمد جلد ۲ ص ۴۶۰، مشکوٰۃ حدیث نمبر ۶۵۵، مرقاۃ جلد ۲ ص ۲۳۵، مسلم حدیث نمبر ۳۸۹، ابو داؤد حدیث نمبر ۵۱۶، نسائی حدیث نمبر ۶۷۰، دارمی جلد ۱ ص ۲۹۵، حدیث نمبر ۱۲۰۴، مسند احمد جلد ۲ ص ۳۱۳۔ [۷] بخاری جلد ۱ ص ۴۶۴، تیسیر الباری جلد ۴ ص ۳۸۳، تفہیم البخاری جلد ۵ ص ۹۳، مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۲۲۹، کنز العمال حدیث نمبر ۳۱۹۵۵۔

رجب المرجب ایک بابرکت مہینہ

از قلم: شیخ الحدیث مفتی محمد صدیق ہزاروی

تاریخ انسانیت کے ایک انوکھے اور عظیم واقعہ معراج النبی ﷺ کے حوالے سے ماہِ رجب المرجب کی فضیلت ہر ذی عقل پر واضح ہے۔ لفظ رجب اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے عظمت کا اظہار کرتا ہے، کہا جاتا ہے **رَجَبْتُ ھٰذَا الشَّھرَ** ''میں نے اس مہینے کی تعظیم کی''۔ گویا ماہِ رجب قابل تعظیم مہینے کو کہا جاتا ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک ترجیب تکرار کے معنی میں ہے۔ اِس کا سبب نبی کریم ﷺ کا اِرشاد گرامی ہے آپ ﷺ نے فرمایا: **اِنَّہٗ لِیُوَجَّبُ فِیہِ خَیرٌ کَثِیرٌ لِشَعْبَانَ** ''اِس ماہ رجب میں شعبان کے لئے بہت نیکیاں تیار کی جاتی ہیں''۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ترجیب تکرار کے معنی میں ہے چونکہ اِس مہینے میں فرشتے' اللہ تبارک وتعالیٰ کی تسبیح تحمید اور تقدیس بار بار اور تکرار سے کرتے ہیں۔ اِس لئے اِس مہینے کو ماہ رجب کہا جاتا ہے۔

ماہ رجب کو ''منصل الاسنۃ'' بھی کہا جاتا ہے۔ اِس کے معنی تیروں سے پھل نکالنے والے کے ہیں یعنی وہ قابلِ تعظیم مہینہ ہے جس میں جنگ وجدل اور خونریزی جائز نہیں۔

اسے ''شہر اللہ الاصم'' بھی کہا جاتا ہے۔ اصم عربی زبان میں بہرے کو کہتے ہیں۔ اِس نام کی وجہ یہ ہے کہ رجب اُن عزت والے مہینوں میں سے ایک ہے جن میں لڑائی کی ممانعت کی گئی تھی لہٰذا یہ مہینہ ہتھیاروں کی جھنکار سننے سے بہرہ (اصم) ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رجب کا چاند چڑھا تو جمعۃ المبارک کے دن نبی کریم ﷺ منبر شریف پر تشریف لائے اور خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ''شہر اصم'' یہ تمہارے لئے زکوٰۃ کی ادائیگی کا مہینہ ہے۔ لہٰذا جس آدمی پر قرض ہو وہ ادائیگی قرض کے بعد باقی مال میں سے (اگر وہ نصاب کے مطابق ہو تو) زکوٰۃ ادا کرے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اِسے ''اصم'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ گزشتہ اُمتوں پر جو عذاب آئے وہ دیگر مہینوں میں تو آتے رہے لیکن رجب کے مہینے میں کسی قوم پر عذاب نہیں آیا۔ گویا کہ اِس مہینے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا غضب نہیں سنا گیا۔ اِس بات سے یہ بہرہ (اصم) ہے۔

ماہِ رجب کو ''شہر اصب'' بھی کہا جاتا ہے۔ عربی میں صَبَّ بمعنی انڈیلا آتا ہے۔ گویا اِس مہینے میں بندوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت بہائی اور انڈیلی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں اِس مہینے کو ''الشہر المطہر'' پاک کرنے والا مہینہ ''الشہر الفرد'' یکتا مہینہ اور ''الشہر السابق'' یعنی عزت والے چار مہینوں رجب المرجب، شوال المکرّم، ذیقعدہ اور ذوالحجہ میں سے پہلا مہینہ بھی کہا جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ماہ رجب المرجب کی فضیلت بیان فرمائی اور اِس ماہ مبارک میں کثرت سے عبادت کرنے کی ترغیب دی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **رجب شھر اللہ وشعبان شھری ورمضان شھر امتی** ۱؎ رجب اللہ (عزّ وجل) کا مہینہ ہے شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے''۔ گویا اللہ (تبارک وتعالیٰ) کی طرف نسبت کرکے اِس مہینے کی عظمت واضح کی گئی ہے کیونکہ کسی باعظمت ذات یا شخصیت کی طرف جو چیز منسوب ہو جائے وہ بھی باعظمت ہو جاتی ہے۔

''غنیۃ الطالبین'' میں نقل کیا گیا ہے کہ رجب المرجب ترکِ ظلم' شعبان المعظم عمل اور وفا کا اور رمضان المبارک صدق وصفا کا مہینہ ہے۔ رجب المرجب توجہ کا مہینہ، شعبان المعظم محبت کا مہینہ اور رمضان المبارک قربِ خداوندی کا مہینہ ہے۔ رجب المرجب حرمت وعزت کا، شعبان المعظم خدمت کا اور رمضان المبارک نعمت کا مہینہ ہے۔ رجب المرجب عبادت کا، شعبان المعظم زہد وتقویٰ کا اور رمضان المبارک عبادت میں اضافے کا مہینہ ہے۔ رجب المرجب وہ مہینہ ہے جس میں نیکیاں دو چند

۱؎ کشف الخفاء للعجلونی جلد ۱ ص ۴۲۳ حدیث نمبر ۱۳۵۸، ماثبت من السنۃ مترجم عربی اردو ص ۲۲۶۔ (ادارہ)

www.seedharastah.com

ہو جاتی ہیں۔ شعبان المعظم میں گناہ مٹائے جاتے ہیں اور رمضان المبارک میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے لطف وکرم کا انتظار ہوتا ہے۔ رجب المرجب پیش قدمی کرنے والوں کا، شعبان المعظم میانہ روی اختیار کرنے والوں کا اور رمضان المبارک گنہگاروں کا مہینہ ہے۔

اِن تین مہینوں کی ایک مثال یوں دی گئی ہے کہ رجب المرجب کھیتی کا یعنی بیج بونے کا مہینہ ہے شعبان المعظم پانی دینے کا اور رمضان المبارک کٹائی کا مہینہ ہے۔ یقیناً وہی شخص پھل حاصل کرتا ہے جو بوتا ہے اور پانی دیتا ہے۔ بنابریں رجب المرجب، شعبان المعظم اور رمضان المبارک تینوں مہینوں میں عبادت کی کثرت اور اعمالِ حسنہ کے ذریعے قربِ خداوندی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں 'اِذَا دَخَلَ رَجَبُ قَالَ: اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَافِی رَجَبٍ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ [۲] جب رجب المرجب کا مہینہ داخل ہوتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یوں دُعا مانگتے "یا اللہ! ہمارے لئے رجب (المرجب) اور شعبان (المعظم) کو بابرکت بنادے اور ہمیں رمضان (المبارک) تک پہنچادے"۔

ماہِ رجب المرجب کی خصوصی نماز کے بارے میں

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں۔ جب رجب کا چاند طلوع ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: اے سلمان! جو شخص اِس مہینے میں تیس رکعتیں یوں ادا کرے کہ ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ تین بار قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور تین بار "قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ" پڑھے اللہ (تبارک وتعالیٰ) اُس کے گناہ مٹا دیتا ہے اور اُسے اِس طرح ثواب عطا فرماتا ہے جس طرح کوئی شخص ایک مہینہ مکمل روزہ رکھ کر ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ نیز یہ شخص آئندہ سال تک نمازیوں کی فہرست میں شمار ہوتا ہے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا طریقہ اِس طرح بیان فرمایا کہ اِس مہینے کے آغاز میں دس رکعت یوں پڑھی جائیں کہ ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور تین بار سورۃ الکافرون اور اخلاص پڑھیں سلام پھیرنے کے بعد دُعا مانگیں۔ مہینے کے درمیان میں اِسی طرح دس رکعتیں اور مہینے کے آخر میں اِسی طرح دس رکعت پڑھی جائیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رجب المرجب اللہ تبارک وتعالیٰ کا مہینہ ہے، شعبان المعظم میرا اور رمضان المبارک میری اُمت کا مہینہ ہے۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیک وسلم) اللہ تبارک وتعالیٰ کا مہینہ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ مہینہ مغفرت کے ساتھ مخصوص ہے۔ اِس میں خون ریزی نہیں ہوتی۔ اِس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کی توبہ قبول فرمائی اور یہ کہ اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو دشمنوں کے ہاتھوں سے محفوظ رکھا۔ جو شخص اِس مہینے میں روزہ رکھے، اللہ تبارک وتعالیٰ اُسے تین چیزیں عطا فرماتا ہے۔ تمام گزشتہ گناہوں کی مغفرت' باقی عمر میں حفاظت وعصمت اور قیامت کے دن پیاس سے امن۔ ایک بوڑھے اور کمزور شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) میں تمام مہینہ روزہ نہیں رکھ سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رجب المرجب کا پہلا، درمیانہ اور آخری روزہ رکھو پورے مہینے کا ثواب ملے گا کیونکہ ایک نیکی کا دس گنا ثواب ملتا ہے لیکن رجب المرجب کے پہلے جمعۃ المبارک کی رات سے غافل نہ ہونا۔

اِس مہینے کے فضائل بہت زیادہ ہیں جن کا بیان اِس مختصر مضمون میں ممکن نہیں۔ اصل بات عمل کی ہے اگر ہم واقعی اِس مہینے کو اَمن وسکون کے ساتھ گزاریں اور دوسروں کو بھی امن وسلامتی کا پیغام دیں۔ خشیتِ الٰہی کو پیشِ نظر رکھیں۔ جس قدر ممکن ہو روزہ اور نماز کی پابندی کریں اور حقوق العباد کا خاص خیال رکھیں تو یقیناً ہم اِس مبارک ماہ کی قدر کرنے والے ہوں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس بات کی توفیق عطا فرمائے۔

---

[۲] مشکوٰۃ حدیث نمبر ۱۳۶۹' مرقاۃ جلد ۳ ص ۴۱۸' مسند احمد جلد ۱ ص ۲۵۹' مجمع الزوائد جلد ۲ ص ۱۶۵' جلد ۳ ص ۱۴۰' کنز العمال حدیث نمبر ۱۸۰۴۹' حدیث نمبر ۳۸۲۸۸' حدیث نمبر ۳۸۲۸۵' جلد ۷ ص ۹۷' جلد ۴ ص ۱۷۶' درمنثور جلد ۱ ص ۴۴۴' کشف الخفاء جلد ۱ ص ۱۸۶' حدیث نمبر ۵۵۴ (ادارہ)۔

سوالات و جوابات

(ادارہ)

سوال: جو شخص اپنی حاملہ بیوی کو طلاق دیتا ہے کیا وہ طلاق ہو جاتی ہے؟ اگر ایسا شخص اُس عورت سے دوبارہ نکاح کرنا چاہے تو کیا طریقہ ہے؟

جواب: حاملہ عورت کو طلاق ہو جاتی ہے اور اس کی عدت بچے کی ولادت ہے۔ طلاق دینے والا شخص اگر دوبارہ اُسی عورت سے نکاح کرنا چاہے تو اُس کا طریقہ یہ ہے کہ اُس عورت کی عدت کے ختم ہونے کے بعد اُس کی شادی کسی دوسرے شخص سے ہو۔ وہ بیوی کی حیثیت سے اُس کے ساتھ زندگی بسر کرے۔ اگر خدانخواستہ ایسی عورت کو اُس کا دوسرا شوہر بھی طلاق دے دے تو عدت پوری ہونے کے بعد وہ عورت اپنے پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔

سوال: ہمارے معاشرے میں اکثر بچیوں والے ایسی جگہ اپنی بچیوں کا نکاح کرنا پسند کرتے ہیں جہاں کم افراد ہوں یعنی لڑکے کے بہن بھائی کم ہوں ایک یا دو یا بالکل ہی نہ ہوں۔ قرآن و سنّت کی روشنی میں کیا یہ طرزِ فکر درست ہے؟

جواب: قرآنِ مجید اور سنّتِ مبارکہ میں اِس کا کہیں ذکر نہیں آتا۔ یہ آج کل کے معاشرہ کے افراد کی ذاتی سوچ ہے۔ ایسے افراد عرصہ دراز تک اپنی بچیوں کو گھروں میں بٹھائے رکھتے ہیں جس سے بے شمار معاشرتی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

سوال: نماز تہجد کا وقت کب سے کب تک ہوتا ہے؟

جواب: نماز تہجد کا وقت عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد سو جانے کے بعد اُٹھنے سے طلوعِ فجر تک ہوتا ہے۔ بہترین وقت طلوعِ فجر سے آدھ گھنٹہ پہلے ہوتا ہے۔

سوال: کیا ماں اپنے بیٹے کے لئے یار کا لفظ استعمال کر سکتی ہے؟

جواب: بیٹے کو یار کہنا کم عقلی اور دین سے بے خبری کی دلیل ہے۔ بیٹے کو بیٹا ہی کہنا چاہئے۔

سوال: جب کبھی کوئی بچہ یا بڑا گرتا ہے تو ماں باپ، بہن، بھائی دیکھنے والے لبسم اللہ پڑھتے ہیں بسم اللہ پڑھنے سے تو برکت ہوتی ہے۔ اِس کا کیا مطلب ہے؟

جواب: بسم اللہ پڑھنے کا مقصد یہ ہے کہ یا اللہ ہم نے تیرا مقدس پیارا، عظیم اور بے مثل نام لیا ہے۔ اپنے نام عظیم کی برکت سے گرنے والے بچے یا ہمارے عزیز کو چوٹ لگنے یا زخمی ہونے سے بچا۔

سوال: ہم لوگ اوراد و وظائف کرتے ہیں۔ درود شریف یا قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ کیا اِس کا ثواب دوسروں کو بخشنے سے پڑھنے والے کا ثواب ختم ہو جاتا ہے؟

جواب: جب ہم کوئی ورد وظیفہ، دُرود شریف یا قل شریف یا تسبیح وغیرہ پڑھتے ہیں تو اِس کا ثواب ہم اپنے فوت شدہ لوگوں کو بخش سکتے ہیں۔ دوسروں کو بخشنے سے ہمارے پڑھنے کا ثواب ضائع نہیں ہوگا بلکہ ہمیں بھی اپنی پڑھائی کا ثواب ملتا ہے۔

سوال: کتنے سونے پر زکوٰۃ فرض ہے؟

جواب: ساڑھے سات تولے سونے پر زکوٰۃ لاگو ہوتی ہے۔ جب تک اِس مقدار میں سونا کسی فرد کی ملکیّت رہتا ہے ہر سال اُس کی زکوٰۃ دینا پڑتی ہے۔

سوال: اولاد کے والدین پر کیا حقوق ہیں؟

جواب: والدین پر اولاد کے کئی حقوق ہیں۔ فتاویٰ رضویہ شریف میں امام اہلسنّت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۸۴ کے قریب حقوق لکھے ہیں۔ (تفصیل پیر طریقت امین علم لدنی حضرت قبلہ حاجی محمد یوسف علی نگینہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تالیف کردہ اور ایڈیٹر ماہنامہ ''سیدھا راستہ'' کی ترتیب کردہ کتاب ''والدین اور اولاد کے حقوق'' میں ملاحظہ فرمائیں۔ ملنے کا پتہ: جامع مسجد نگینہ A-977 بلاک بی III گجر پورہ سکیم) مختصراً یہ ہے کہ (۱) رزق حلال سے پرورش (۲) انصاف (۳) تعلیم و تربیت (۴) نکاح

اور (۵) بود و باش کا حسبِ استطاعت انتظام وغیرہ

سوال: کیا اپنے بچوں کو ایسے لوگوں کے مدارس میں داخل کروانا چاہئے جو بدعقیدہ' گمراہ اور بے دین ہوں؟

جواب: اپنے بچوں کو صرف اور صرف اہلسنّت وجماعت عقائدِ صحیحہ کے حامل مدارس میں تعلیم دلوانی چاہئے۔

سوال: کیا عورتوں کے لئے نقاب ضروری ہیں؟

جواب: جی ہاں! عورتوں کے لئے نقاب ضروری ہے۔ فسادِ معاشرہ بے نقاب چہرے سے پیدا ہوتا ہے۔

سوال: کیا نماز پڑھنے کے بعد دائیں یا بائیں مُڑنا چاہئے؟

جواب: جی ہاں! نماز پڑھنے کے بعد دائیں یا بائیں مُڑ سکتے ہیں ایسا کرنا جائز بلکہ مسنون ہے۔

سوال: قضاء نماز کیسے اور کب ادا کرنی چاہیے؟

جواب: قضاء نماز کے صرف فرض ادا کیے جاتے ہیں۔ اگر فجر کی نماز قضاء ہو جائے تو زوال سے پہلے پہلے اگر ادا کریں گے تو سنّتیں بھی پڑھیں گے۔ عشاء کی نماز قضاء ہو جائے تو اُس کے فرضوں کے ساتھ وتر بھی ادا کیے جاتے ہیں۔ نیز جس کی پانچ نمازیں اکٹھی کبھی قضاء نہ ہوئی ہوں وہ صاحبِ ترتیب کہلاتا ہے۔ اگر اِس کی کوئی نماز قضاء ہو جائے تو اگلی نماز تب پڑھے گا جب پہلی نماز جو قضاء ہوگئی ہے۔ اُسے ادا کر لے اور جو شخص صاحبِ ترتیب نہیں ہے وہ جب چاہے اپنی قضاء نماز ادا کر لے۔

سوال: نماز پڑھنے کے بعد جائے نماز کا ایک کونہ موڑنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: نماز پڑھنے کے بعد مصلے کو اُلٹ دینا چاہئے یا لپیٹ دینا چاہئے۔ پورا لپیٹ دینا بہتر ہے حدیث شریف میں رسول کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے ''شیاطین تمہارے کپڑے استعمال میں لاتے ہیں' اُتار کر تہہ کرلیا کرو کیونکہ شیطان طے شدہ کپڑے نہیں پہنتا۔ ایک حدیث شریف میں ہے جہاں کوئی بچھونا ہو جس پر کوئی سوتا نہ ہو اُس پر شیطان سوتا ہے اِن احادیث مبارکہ سے اِس کی اصل نکلتی ہے کہ مصلے کو لپیٹ دینا بہتر ہے۔

سوال: کیا چالیسواں جائز ہے؟

جواب: چالیسواں ایصالِ ثواب کی غرض سے ہوتا ہے اور نفلی عبادت ہے اور اُس میں فوت شدہ کے لئے دُعا و استغفار کی جاتی ہے لہٰذا یہ جائز ہے۔ تفصیل جاننے کے لئے ماہنامہ ''سیدھا راستہ'' کے ایڈیٹر منیر احمد یوسفی (ایم۔اے) کی کتاب ''چالیسواں کیا ہے؟'' کا مطالعہ فرمائیں۔ ملنے کا پتا جامع مسجد نگینہ A-977 بلاک بی III گجر پورہ سکیم لاہور۔

سوال: جمعۃ المبارک کی دوسری اذان کب اور کس صحابی رضی اللہ عنہ نے شروع کی اور اِس اذان کے دینے کے لئے کون سی جگہ بہتر ہے۔

جواب: جمعۃ المبارک کے دن دو اذانیں دی جاتی ہیں ایک ظہر کا وقت شروع ہونے کے بعد اور دوسری جمعۃ المبارک کے عربی دو خطبوں سے پہلے۔ خطبہ سے پہلے جو اذان دی جاتی ہے یہ نبی کریم ﷺ کے ظاہری زمانہ حیات میں ہی دی جاتی تھی جب کہ دوسری اذان جو ظہر کا وقت شروع ہونے کے بعد دی جاتی ہے یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شروع ہوئی۔ یہ دونوں اذانیں مسجد کے باہر ہونی چاہئیں۔ خطبہ شریف سے پہلے والی اذان امام کے سامنے مسجد کے باہر ہونی چاہئے۔

(صفحہ نمبر ۲۵ کا بقیہ)

آپ ﷺ کا جنوں کو دیکھنا ایسا ہے جیسے فرشتوں کو دیکھا کرتے۔ اِس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ معمولی عمل سے شیطان سرکش کو ستون کے ساتھ باندھ سکتے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: وَاَرَدْتُّ اَنْ اَرْبِطَهُ اِلٰی سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِی الْمَسْجِدِ ''یعنی میرا ارادہ ہوا میں نے چاہا کہ اُسے مسجد کے ستونوں میں سے کسی ایک ستون کے ساتھ باندھ دوں'' حَتّٰی تُصْبِحُوْا وَتَنْظُرُوْا اِلَيْهِ كُلُّكُمْ ''یہاں تک کہ صبح سب تم اُس کو دیکھ لو''

’’یوسف مصرِ محبت‘‘ کے بارے علماء ومشائخ کا اظہارِ محبت

(ادارہ)

منجانب: نازشِ اہلسنّت ادیب ذیشان سیّد عارف مہجور رضوی

محترم المقام مولانا منیر احمد یوسفی زید مجدہٗ

سلام مسنون!

’’یوسف مصرِ محبت‘‘ حصّہ دوم کا ایک نسخہ آپ کی محبتوں کا سامان لئے نظر نواز ہوا۔ کرم فرمائی کے لئے از حد ممنون ہوں۔ آپ کی خواہش کے احترام میں اپنے خیالات قطعہ تاریخ طباعت کی صورت میں ارسال کر رہا ہوں۔ قبول فرمائیں۔ حضرت علامہ حاجی محمد یوسف علی نگینہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال پر کہا گیا قطعہ تاریخ وصال پتہ نہیں آپ تک پہنچا تھا کہ نہیں! احتیاطاً از سرِ نو پیش خدمت ہے ہر دو قطعات کی رسید وصولی کا انتظار رہے گا۔

’’یوسف مصرِ محبت‘‘ حصّہ اوّل کے لئے چشم براہ ہوں ممکن ہو سکے تو حضرت نگینہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مجموعہ کلام کا ایک سیٹ مرحمت فرمادیں۔ امید ہے کہ آپ ہر لحاظ سے مع الخیر ہوں گے اپنی یادوں کے ساتھ ساتھ دعاؤں میں بھی زندہ رکھیں۔

خیر اندیش

سیّد عارف مہجور رضوی

قطعہء تاریخِ اشاعت

’’اعجاز خلق نگینہ سرکار‘‘

’’بہارِ عرفان تالیفِ لطیف مولانا منیر احمد صاحب یوسفی‘‘

آج ہے پیشِ نظر تذکرہ مہر و وفا
برملا جس سے ہوا ایک زمانہ پرنُور
کاوشِ دل کشِ علامہ منیر احمد ہے
عشق و مستی کی سند، فقر و غنا کا دستور
مجمعِ فیضِ نگینہ کے قلم کا فیضاں
ایک عالم کو کرے اپنے اثر سے مسحور
فکر و اوصاف نگینہ کو قلم بند کر کے
کر لیا بحرِ عقیدت کو مؤلف نے عبور
عاشق شاہِ مدینہ ﷺ تھے نگینہ سرکار
نعت خوانی سے ملا جن کو خطابت کا وفور

پیکرِ صدق وصفا حاجی محمد یوسف
علم ہے جن کا مسلم تو عمل ہے مشہور
میرے محسن تھے مربی تھے حکیم موسیٰ
وہ نگینہ کو سمجھتے تھے بجا علم کا طور
یوسف مصرِ محبت کے پرستاروں میں
رب کی توفیق سے شامل ہیں سبھی اہلِ شعور
''پاک طنیت یوسف مصرِ محبت'' کہہ
غیب سے آئی ندائے سنِ شائع مہجور

ازاثر خامہ
سیّد عارف مہجور رضوی

قطعہ تاریخِ وصال

''آہ نادرِ زمانہ فاضل نگینہ''

''گل شگفتہ عاشق مدینہ الحاج مولانا محمد یوسف نگینہ''

رحم وکرم پہ موت کے پھرتی ہے زندگی
انسان ہے اِس جہان میں دردوالم بدوش
چکھنا ہے ہر کسی نے یہاں موت کا ذائقہ
کرنا ہر اِک نفس نے ہے جامِ قضا کو نوش
صبح و مسا ہو جس کے لبوں پر درود پاک
گردابِ موت بھی تو رہتا ہے اُس کو ہوش
ایوانِ وعظ و رُشد و ہدایت کی دوستو!
لو ایک اور شمع صداقت ہوئی خموش
دینِ مبیں کا ایک مبلغ بچھڑ گیا
دُنیائے سنّیت کا کہاں اَب وہ سر فروش؟
نغمہ سرائے باغِ نبوت ہوا وہ کیا؟
مرغانِ خوش نوائیں ہوئے آج سے خموش
مہجور جب ہوئی مجھے فکر سنِ وصال
''ایز دشناس واعظ'' فرما گیا سروش

نتیجہ ذکر

To remain resolute in times of Calamities.

Speech Delivered by
Munir Ahmad Yousufi (M.A)
Translated by
Muhammad Ahmad Yousufi

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ o الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ o اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَّاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ o (البقرہ: ۱۵۵تا۱۵۷)

"And give good tiding to those people who have adopted patience,as when some calamity befalls upon them they say that they are the property of Allah Almighty and they have to return towards Him one day. These are the ones upon whom Allah Almighty showers his mercy and Darud and they are on the right path".

The plural of calamity is Calamities and it means to reach or to commit a mistake.Calamity, evil and troubles actually befall upon a person by the command of Allah Almighty.

مُصِيْبَةٌ It is that unpleasant command, which reaches a human being. It is a tradition by Hazrat Abu Amama (رضی اللہ عنہ), he says, that one day the Holy Prophet's (ﷺ) Holy strap of his (ﷺ) Holy horseshoe, was martyred at thatmoment the Holy Prophet (ﷺ) pronounced these words.

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

The followers (رضی اللہ عنہم)at this point, requested,"Oh Prophet (ﷺ) of Allah Almighty is this also a calamity?"At that time the Holy Prophet (ﷺ) replied

مَا اَصَابَ الْمُؤْمِنَ مِمَّا يَكْرَهُ فَهُوَ مُصِيْبَةٌ [1]

"Whichever affair is unpleasant to a believer and reaches him is a calamity.

It is a tradition by Hazrat Abu-Hurera (رضی اللہ عنہ) according to which the Holy Prophet (ﷺ) said:

اِذَا انْقَطَعَ شَسْعُ اَحَدِكُمْ فَلْيَسْتَرْجِعْ فَاِنَّهٗ الْمَصَآئِبُ [2]

If a shoe lace of any one amongst you is broken then he should recite these words:

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

because it is one of the calamities that has befallenupon any one

It is a tradition from Hazrat Abdullah Bin Abbas(رضی اللہ عنہ),he states that according to the Holy Prophet's(ﷺ) Holy command

مَنِ اسْتَرْجَعَ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ جَبَرَ اللّٰهُمَّ مُصِيْبَةً وَّاَحْسَنَ عُقْبَاهُ وَجَعَلَ لَهٗ خَلَفًا يَّرْضَاهُ [3]

"Whoever at the time of calamity recites

۱ مظہری جلد ۱ ص ۱۵۴، المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۸ ص ۲۰۴ حدیث نمبر ۷۸۲۴، مجمع الزوائد جلد ۲ ص ۳۳۱، درمنثور جلد ۱ ص ۳۷۹ ۲ مظہری جلد ۱ ص ۱۵۴، مجمع الزوائد جلد ۲ ص ۳۳۱، مشکوٰۃ حدیث نمبر ۱۷۶۰ ۳ الترغیب والترھیب جلد ۴ ص ۳۳۷، مجمع الزوائد جلد ۲ ص ۳۳۱، جلد ۶ ص ۳۱۷، المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۱۲ ص ۱۹۸ حدیث نمبر ۱۳۰۲۷، کنز العمال حدیث نمبر ۶۶۵۰۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ

then Allah Almighty rewards him in a better way and gives him in abundance that the person becomes happy".

According to the Command of Allah Almighty, whichever calamity befalls upon you.

وَمَآ اَصَابَکُمۡ مِّنۡ مُّصِیۡبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ وَیَعۡفُوۡا عَنۡ کَثِیۡرٍ ؕ (الشوریٰ:۳۰)

"and whatever misfortune befalls upon you, is due to what your hands earn; but He pardons much".

In this, common people are being addressed; The Prophets of Allah are excluded from this command children and related animals also. Calamities and the reasons for calamities reaching a person are already, written and protected in theh holy Book

مَآ اَصَابَ مِنۡ مُّصِیۡبَۃٍ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّبۡرَاَہَا ؕ (الحدید:۲۲)

"No calamity reaches either in the earth or in your own self but it is recorded in a Holy Book, before We (mean Allah) bring it into being".

By earthley calamity one means famine and monetary losses. Sickness or death of ones child etc; is human calamaity pertaining to life. It is learn from this that all kinds of calamities will befall in this world and for people who have patience, these calamities will become reason for their progress in spiritual belief and will increase their degrees and grades.Worldly calamities do not come in an instant.Some calamities befall because ofour sins' some are of different reasons and these reasons have been written and protected in the Holy Book but descend only at that time whenthe command of Allah Almighty.

مَآ اَصَابَ مِنۡ مُّصِیۡبَۃٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰہِ ؕ (التغابن:۱۱)

"No calamity befalls except by leave of Allah".

and Allah Almighty says to his beloved Prophet (ﷺ) that you (ﷺ) tell them

لَنۡ یُّصِیۡبَنَاۤ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا (التوبہ:۵۱)

declare, "nothing shall reach us but what Allah has ordained for us."

Whenever calamity befalls upon you, always keep in mind this command of Allah Almighty

مَآ اَصَابَکَ مِنۡ حَسَنَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ ۫ وَمَآ اَصَابَکَ مِنۡ سَیِّئَۃٍ فَمِنۡ نَّفۡسِکَ ؕ (النساء:۷۹)

"whatever good comes to you is from Allah and whatever evil falls upon you is from your own self."

Yes! Whenever a calamity reaches a believer,instead of being un-thankfulness or restlessness he recites:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ

that we ourselves are not the owners of our life and wealth اِنَّا لِلّٰہِ rather we are owned by Allah Almighty and are in His

control and every thing actually belongs to Him and He is the owner and if the owner takes His thing then human beings should not complain. Meaninifg Allah Almighty sends calamity on us then it is according to his wisdom and advisability. It is like when a compassionate doctor stops a patient from eating during indigestion and gives a better medicine or at first, he gives him a bitter medicine, which cures the patient. Thus also our true owner, eternal provider,actual creator and owner Allah Almighty will reward us in a better way and even if we do not receive a better reward in this world then so what اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ we will always be inclined towards Him. In whatever will,He is happy we are also happy in His will.His willingness is the greatest reward, for at the end of the world we will arrive at a place where there is no peril or danger of any kind and we will be directly in his ownership. Definitely, whatever has been promised on being patient we will receive all of it and as compared with that forgiveness the calamities of this world are nothing.

A true believer never abandons the door of his rightful creator even though he may be in distress or happiness, but is always inclined towards Allah Almighty in whatever condition he may be

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

we belong to Him and will always be inclined towards Him. To express the path of righteousness and to express the path of righteousness is the first determination. Hazrat Luqman(عليه السلام) while delivering a sermon and advice to his son said,"Oh my beloved son! never make any one a partner with Allah Almighty, no doubt making a partner with Allah is very great tyranny. Oh my beloved son! if any thing is insignificant and if it is lying on top of a mountain or in the sky or on the earth AllahAlmighty will surely bring it. Allah almighty knows all even the minutest of detail. He then said, offer your prayers regularly.

وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ط اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ (لقمان:١٧)

"And bid to the doing of good and forbid evil and be patient over whatever befalls upon you. Surely, these are the affairs which require courage and determination".

This advice is attention worthy that to call towards righteousness and the denying of evil is that work in front of which calamities, difficulties, rebuke and reproach are essential. That is why right after this, it has been clearly advised for patience .That adopting patience and holding on to it are the works of great determination and courage.For a believer remaining steadfast during the

www.seedharastah.com

time of calamites and opposition is of great value. Allah Almighty is especially with those people who remain steadfast. In Surat-ul-Baqarah it is stated

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَo

"Allah Almighty is especially with those who have patience."

In the world where evil forces are fully prepared for attacking on the true believers and are adopting different tactics and methods. Here with special help from Allah Almighty, to declare the deity and oneness of Allah Almighty and to declare the dignity, magnificence and Prophet Hood of his Holy Prophet(ﷺ) it is essential to remain strong and steadfast. Those people, who invite others to the path of righteousness, to Allah Almighty, are themselves involved in unlimited calamities and difficulties And they remain steadfast in the hardest of conditions upon the oneness of Allah and belief, and not to leave their attachment with his Holy Prophet (ﷺ). For them Allah Almighty has thus said

تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلَآئِکَۃُ

"On them the angles of Allah Almighty descend and they say"

اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَo

"You do mot have any fear nor sorrow but listen to the tidings of Paradise of which you have been promised"

نَحْنُ اَوْلِیَآءُ کُمْ فِی الْحَیَاۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ ج وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَدَّعُوْنَoنُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍo ط (حم السجدہ:۳۲،۳۳)

"We are your guardians and wellwishers in the life of this world and in the hereafter. And for you therein is that which yourselves desire, and you shall get therein that which you may ask for ". "hospitality will be from the Forgiving, the Merciful".

When calamities come then one should stand steadfast it should not be so that when difficulties arrive one should becomes restless, uneasy and express grief and after getting tired one says that I have adopted patience. In this regard consider the command of the Holy Prophet (ﷺ).Once the Holy Prophet (ﷺ) was passing through a place he (ﷺ) saw a woman crying on a grave, the Holy Prophet(ﷺ)said:

اِتَّقِی اللّٰہَ وَاصْبِرِیْ

"Oh woman be afraid of Allah Almighty and have patience". She replied, "Go away from me, you have not received my kind of grief".That woman did not realize and recognise who was giving her advice? She was informed; afterwards that He was the Holy Prophet (ﷺ). Later on, she arrived at the Holy Home of the Holy Prophet(ﷺ). And started begging for forgiveness, and said, "Oh Holy Prophet(ﷺ) I did not recognize you (ﷺ). In answer to this the Holy Prophet(ﷺ) commanded

اِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰی

"Patience starts at the time of grief, because when difficulties and grief fall upon us the heart becomes emotiona with the torrent of unrestlessness and uneasyness,at this moment the work of people who are brave, strong and followers of the right path.

Occurrence of calamities and miseries are is to stop this unesayness, anxiety and emotionalism those facts which are not hidden, but Allah Almighty the creator of this universe has stated in the Quran-e-Majeed.This world is an examination center, here life and death are a trials. Those who perform steadfastness at time of examination, they get fame and respect in this world and the next and those whoperform steadfastness are rewarded with better virtue and blessings.

It is worth mentioning from the treasure of the Holy Ahadis, an event of a woman having strong faith who displayed steadfastness at the time of calamities and woes. Hazrat Syayeda Umm-e-Salma (رضی اللہ عنہا), the mother of all believers' states that. It is Holy command of the Holy Prophet (ﷺ) that whenever a Muslim receives any calamity, he should always say what Allah Almighty has ordered, meaning

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ٥

and with these words he should add the following words

اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاَخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا

"Oh Allah Almighty kindly reward me in a better way because of my trouble and woe".She says that whenever a person who is a believer perform such steadfastness in his woes and difficulties.The creator of the universe recompenses him in a better way. She says that when Abu Salma (رضی اللہ عنہ) died, I by repeating these verses stayed on the right path and showed patience, then I thought what have I said, that reward me in a better way. Whereas who can be better than Hazrat Abu Salma (رضی اللہ عنہ)? He was the first person who migrated with his family towards Habsha and Madina.She states, that by offering this prayer and staying on the path of righteousness and being patient and with its blessings Allah Almighty blessed me and made me the wife of the Holy Prophet(ﷺ) in return of Hazrat Abu Salma (رضی اللہ عنہ)as a reward.

Staying steadfast in times of calamity definately becomes a cause for the descend of mercy and blessings from Allah Almighty.

It is a petition and request in the Holy court of Allah Almighty that he should enrich us to stay steadfast in this mortal world and make us successful in both religion and this world.

☆☆☆